شاہ فیصل شہید

ایم اشرف ایم اے

ندیم اشرف ایم۔ اے

مکتبہ القریش ○ چوک اردو بازار ○ لاہور ۱۲

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

98233

ناشر	اے ایچ قریشی
باہتمام	محمد علی قریشی
مطبع	F.A.S PRINTERS LAHORE.
تعداد	1100
سن اشاعت	1993
قیمت	50/-

ورڈ سٹائل کمپوزنگ پوائنٹ لاہور

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

Marfat.com

الشہید شاہ فیصلؒ

الفہرس

انتساب

پیش لفظ

الجزء الاول

1:	الباب الاول	: شہزادہ فیصل کی ولادت اور ایام طفولیت	9
2:	الباب الثانی	: جنگ اور انفلوئینزا	12
3:	الباب الثالث	: شہزادہ فیصل کا سفر یورپ	15
4:	الباب الرابع	: شہزادہ فیصل بحیثیت سپہ سالار	28
5:	الباب الخامس	: تسخیر حجاز	
6:	الباب السادس	: الملک الفیصل بطور وائسرائے اور وزیر خارجہ	40

الجزءُ الثانی

1:	الباب الاول	: فیصل کا امریکہ کا پہلا سفر	48
2:	الباب الثانی	: برطانیہ کی کوتاہی اور روس کے ساتھ تعلقات	58
3:	الباب الثالث	: شاہ ابن سعود کا سانحہ ارتحال	64
4:	الباب الرابع	: الملک الفیصل بحیثیت وزیر خارجہ	66
5:	الباب الخامس	: فیصلؒ وزیراعظم کی حیثیت سے	73

Marfat.com

6:	الباب السادس	: خاندانی خصومت	86
7:	الباب السابع	: ناصر کا صنعاء پر قبضہ	93
8:	الباب الثامن	: جنگ یمن	98
9:	الباب التاسع	: الملک الفیصل کا سریر آرائے سلطنت ہونا	107
10:	الباب العاشر	: سعودی قبیلہ	113

Marfat.com

انتساب

استاذنا المکرم رئیس المقومین جناب الحاج ، حافظ ، صوفی فضل کریم دامت برکات کے
اسم گرامی سے جنہوں نے اس ہیچ مدان کو علامہ کے لقب سے ملقب کیا۔

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

مولانا مودودی نے ایک دفعہ کہا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے بعد شاہ فیصل جتنا عظیم حکمران کوئی نہیں ہوا۔

پاکستان میں الملک الفیصلؒ شہید (المتوفی 25 . مارچ 1975ء) کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ بیسیوں بچوں کے نام فیصل کے نام پر ہیں۔ کئی شہروں کے محلوں کا نام فیصل کے نام پر بلکہ ایک بڑے صنعتی شہر جسے پاکستان کا مانچسٹر کہا جاتا ہے اسکا نام لائل پور سے فیصل آباد رکھا گیا ہے۔ اسلام آباد کی شاہ فیصل مسجد جو بیسیوں میلوں کے فاصلے سے اپنی عظمت کے ڈنکے کا اعلان طلائی کلس سے کرتی ہے۔ عربی میں شاہ فیصل اور انکے خاندان پر ضخیم کتب کئی مجلدات میں موجود ہیں۔ انگریزی میں درجنوں کتب شاہ فیصل اور سعودی عرب پر لکھی گئی ہیں دو تین کتابیں فرانسیسی میں بھی ہیں لیکن اردو میں مختصر سا پروپیگنڈا لٹریچر ہے۔ کوئی جامع کتاب نظر سے نہیں گذری

آج سے چند ماہ قبل مکتبہ القریش کے پروپرائیٹر سے شاہ فیصل شہید کا ذکر کیا تو انہوں نے کتاب کی اشاعت کا بیڑا اپنے ذمہ لیا۔ چنانچہ میں اور میرے بیٹے ندیم اشرف نے دن رات ایک کر کے شاہ فیصل، انکے کارناموں، انکی محنت شاقہ کے متعلق حالات ترتیب دیے۔ کمپیوٹر پر شائع شدہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب میں مجھے ایک عزیز دوست چوھدری اللہ دتہ ایم اے کا قلمی تعاون بھی حاصل ہوا ہے جو رات کے دو بجے تک مصروف تحریر رہے۔ انکا زیر بار احسان ہوں۔

"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"

شاہ فیصل میں صغر سنی سے ہی سعادت، شہزوری، جسارت، کارکردگی کی بے پناہ صلاحیت تھی۔ انہوں نے اس زمانے سے نبرد آزمائی شروع کی جب ان کا "نصاب حسن" حد کمالؒ تک پہنچا ہوا تھا۔ اور انکی غمزہ زنی کی عمر تھی۔ انکو کسی عہدے کی طمع تھی نہ جاہ و منصب سے سروکار تھا۔ آخری باب کا مطالعہ کرنے پر آپ دیکھیں گے

Marfat.com

شہزادوں اور علماء کے گروہ نے ان کو بار بار مجبور کیا تب وہ تاج و تخت شاہی قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔ کیونکہ انکا بڑا بھائی سعود اگرچہ اپنے ہمسائے شاہ فاروق جتنا عیاش تو نہیں تھا لیکن اس کے ذاتی مصارف پر زر خطیر صرف ہوتا تھا۔

اعلی پائے کا سیاست دان ہونے کے باوجود شاہ فیصل شہید" میں مصلحت پسندی یا نام نہاد ڈپلومیسی نہیں تھی۔ جب انکے ہمسائے جمال عبدالناصر نے نہر سویز سے فرانسیسی اور برطانوی اجارہ داری ختم کرکے مصر کو اس پنجالی سے نکالا جو لعنت کے طوق کی طرح مصریوں کے گلے میں پڑی ہوئی تھی تو انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ مجھے خوشی حاصل ہوئی ہے کہ ایک عرب ملک کے سربراہ نے اپنے آپ کو غلامی کے چنگل سے آزاد کرایا ہے۔

شاہ فیصل" انتھک صلاحیتوں کے مالک تھے کئی دفعہ جراحی کے عمل سے گزرنے کے باوجود وہ آخیر دم تک مصروف عمل رہے اور انہوں نے اپنے آپکو" سیدالقوم خادمھم" ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

Marfat.com

الجزء الاول : -- ابواب الاول

1: شاہ زادہ فیصلؒ کی ولادت اور ایام طفولیت

شہزادہ فیصلؒ کی ولادت 1905ء میں ہوئی۔ اس زمانے میں یورپیوں کے ناپاک قدم اس سرزمین پر کم ہی پڑے تھے۔ صرف دو تین یورپی یہاں پہنچ پائے تھے۔

ابن سعود کی عمر اس وقت 25 برس کی تھی۔ ابن سعود کا قد دو گز اور چار انچ تھا۔ فیصل کی ولادت کے پانچ چھے برس بعد تک بھی ابن سعود کی ملاقات کسی انگریز سے نہیں ہوئی تھی۔

اس زمانے میں انگریز مصر کی بندر بانٹ اور اپنی عظمت رفتہ کو بحال رکھنے میں مصروف تھے۔

فیصل کے دادا عبدالرحمان نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ کویت کے شیخ کے ہاں بطور مہمان بسر کیا تھا۔ کیونکہ حائل میں عبدالرحمٰن کے دشمن ابن رشید نے اپنا ایک عامل رکھا ہوا تھا۔

ابن سعود نے ایک رات ہمت کرکے اپنی حکمرانی کا سکہ ثبت کردیا۔ ان لوگوں کی بدترین دشمن عثمانی ترک تھے۔ جو سعودیہ میں ہر قیمت پر اپنی برتری اور فوقیت قائم رکھنا چاہتے تھے۔

اس زمانے میں روس دنیا کی پانچ عظیم طاقتوں میں سے تھا لیکن جاپان سے ہزیمت کھائی تھی۔ اس طرح روس کو اپنی پڑی ہوئی تھی۔ 1904ء کی لڑائی میں ترکوں اور عربوں کا خاصا مالی اور جانی نقصان ہوا تھا۔ عربوں کی سربراہی اس وقت عبدالعزیز کے ہاتھ میں تھی۔ کئی عرب ترکی ٹوپی فیز پہن کر نخلستانوں میں گھومتے پھرتے تھے۔ اور ترکیہ کا سکہ لیرا اسقدر اسراف سے صرف کیا کرتے تھے کہ قریبی منڈیوں میں ترکی لیر کی قیمت بہت کم ہو گئی۔

ابن سعود کے والد نے کویت کے برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کو ایک مراسلہ بھیجا اس مراسلے میں تحریر تھا کہ کویت، بحرین اور مسقط کی طرح سعودی عرب کو بھی تحفظ دیا

Marfat.com

جائے۔ اس زمانے میں انگریز اپنے آپ کو مرکزی ایشیاء میں نہیں الجھانا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے خط کا جواب نہ دینا ہی بہتر خیال کیا۔ کویت میں اس وقت پولیٹیکل ایجنٹ کے فرائض لارڈ لینسڈاؤن سرانجام دے رہا تھا۔

فیصل اپنے باپ کا تیسرا اور ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ کسے علم تھا کہ ان حالات میں پیدا ہونے والا بچہ ایک چھوٹی سی قلمرو کو اس حد تک وسعت دے گا کہ وہ ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک پھیل جائے گی۔ ترکوں نے مصر اس وقت البانیہ کے وائسرائے محمد علی پاشا کو سونپ رکھا تھا۔

ابراہیم پاشا عرب قبائل کو رشوت دے کر سعودیہ کے دارالحکومت دریہ پہنچ جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اسی طرح ان کی مٹھی گرم کرکے وہ 1817ء میں وادی حنیفہ میں واقع دریہ جا پہنچا جو دارالحکومت تھا اور وہاں پہنچ کر اس کی دیواروں کو منہدم کردیا۔ اس طرح خستہ حالت میں چھوڑ اس شہر سے واپس آگیا۔

[illegible] ہونے سے خستہ حال دارالحکومت کو قبیلہ بنو راشد سے حاصل کیا۔ اس جگہ کی آبادی فیصل کی ولادت کے وقت چند ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ اگرچہ وقتی طور پر بدوؤں کے قافلے پہنچ کر اس میں اضافہ کردیا کرتے تھے۔ سرسبز ہونے کے باعث یہ جگہ ریاض کہلاتی ہے۔ حالانکہ اس میں نہ تو لمبے چوڑے باغات ہیں نہ ثمرستان ہیں۔ وادی حنیفہ میں کھجوروں کے درخت نیز انگور، آڑو، لیموں اور انجیر کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ریاض کی ہراول کے باعث دریا کی بربادی کے بعد اسے دارالخلافہ بنایا گیا۔ دریا کی تباہی ترکوں کے ہاتھوں ہوئی تھی جن کی فوج میں کاکیشیا، البانیہ، ترک، مصری، فلاحین اور یورپی لوگ شامل تھے۔

فیصل کے والد جنگی مہمات سرانجام دینے کی خاطر گھر سے اکثر باہر رہتے تھے انکی عدم موجودگی میں ہی فیصل کی امی داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ انکی وفات کے بعد فیصل کی تربیت نانا نے کی۔ قرآن حکیم حفظ کروایا نیز احادیث ازبر کروائیں۔ فیصل کا والد بھی پڑھا لکھا تھا اور اس نے زیادہ تر مطالعہ 30 برس کی عمر کے بعد کیا تھا۔

فیصل ابن سعود سے کسی حد تک مشابہت رکھتا تھا اگرچہ وہ قد میں ابن سعود سے قدرے چھوٹا تھا۔ فیصل کے ہاتھ خوبصورت تھے انگلیاں لامبی اور پتلی، مسکراہٹ بھرہ

Marfat.com

لینے والی خوبصورت ' میدان حرب میں جسارت اور سیاسی میدان میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ دونوں خوبیوں نے اس کے قبیلہ کے لوگوں کو اس کا گرویدہ بنا لیا تھا۔

ابن سعود کے والد عبدالرحمٰن نے اپنی بدوی فوج کے ذریعے ریاض پر قبضہ کرلیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے بدوؤں کے ساتھ کئی سال گزارے تھے وہ بدوؤں کے مزاج ' انکے لہجے اور انکی زبان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ قیافہ شناسی کی بدولت وہ بتایا کرتا تھا کہ شمالی عرب کے لوگوں کے پاؤں بھاری بھرکم ہوتے ہیں۔ نجد کے لوگ خاموش طبع ہوتے ہیں۔ نیز وہ دبلے پتلے اور ہلکے پھلکے ہوتے ہیں۔ ان میں صبر و استقامت کا جذبہ دیگر قبائل کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ وہ مقدر پر صابر شاکر ہوتے ہیں وہ ہر کام کو اپنے ذمہ لے کر اسے نباہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

عبدالرحمٰن کہا کرتا تھا کہ " میں اپنے بچوں کو ننگے پاؤں گھومنے پھرنے' صبح نور کے تڑکے سے دو گھنٹے قبل بیدار ہونے' تھوڑا کھانا کھانے ' گھوڑے کی ننگی پشت پر سواری کرنے ' گھوڑے پر چھلانگ لگا کر سوار ہونے کی مشق کراتا ہوں۔

اس لحاظ سے ہم جنوبی نجد کے لوگ بدوی ہیں۔ ہم اگرچہ فوج کے لوگوں کی طرح بہادر تو نہیں لیکن مشقت کےعادی ہیں اور بنو معریٰ کی طرح جنگجو ہیں"۔

فیصل کو بھی اپنے بھائیوں کی طرح جلدی بیدار ہونے' کم کھانا کھانے اور گھوڑے کی پشت پر بغیر زین کے سواری کرنا سکھایا گیا تھا۔

فیصل جلد ہی اپنے بڑے بھائیوں سعود اور ترکی کی طرح اپنے والد ابن سعود کے ساتھ موسم بہار کیمپ میں گذارنے کے لئے جانے لگا تھا۔ اس کا باڈی گارڈ مرزوق تھا جو ہر وقت فیصل کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ مرزوق خوش مزاج' اور وفا شعار تھا۔

سیروسفر کے دوران فہد فیصل کے ساتھ ہوتا تھا جو اس کا ہمجولی تھا۔ فیصل کا چچا جو کم و بیش ہم سن تھا اور زندگی بھر کا ساتھی رہا اس کا نام عبد اللہ بن عبدالرحمٰن تھا۔ جو قد و قامت کے لحاظ سے قدرے پست تھا لیکن شوخ و شنگ' ذہین اور تیز مزاج تھا۔ فیصل ان سب سے خاموش تر اور زیادہ مدبر تھا۔

Marfat.com

الباب الثانی

جنگ اور انفلوئینزا کی وبا

ابن سعود شریف مکہ کے غیر مہذب رویہ سے طیش میں آ گیا۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ اتحادیوں کی نظر میں شریف مکہ اس کی نسبت زیادہ کار آمد ہے۔ برطانوی حکام حسین شریف کو مقررہ رقم سے تین گنا زیادہ امداد دیتے تھے۔ ابن سعود جو ابن راشد پر غلبہ حاصل نہیں کر سکا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے دانائی سے اپنی رعایا کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ حسین نے عتیبہ قبیلے کو ورغلانے کی کوشش کی۔ اور مغرب میں سعود کے مخالف قبیلے کے افراد کی دل جوئی کی۔ مشرق میں عجمی قبیلہ کے افراد جو کہ جاراب کے مقام پر مال غنیمت چھوڑ کر کپتان شیکسپیئر کے مارے جانے پر' میدان چھوڑ گئے تھے۔ آخر اپنا اصل روپ دکھلایا انہوں نے الحساء کے مقام پر 1914ء میں سعودی خاندان کے چند سینئر افراد کی حمایت میں بغاوت کر دی۔ ابن سعود نے عجمی قبیلے کو شکست دی اور انہوں نے امن کی درخواست کی جو وہ مان گیا اور وعدہ کیا کہ فتح کے بعد نرم شرائط طے کی جائیں گی۔ اس وقت پر اس کا بھائی سعد ابن سعود کی عالی ظرفی دیکھ کر کمک لے آیا۔ عجمی قبیلے پر حملہ کر کے اسے بھگا دیا اگرچہ وہ خود مارا گیا اور ابن سعود زخمی ہو گیا۔ عجمی قبیلہ کے جو افراد بچ رہ گئے وہ کویت کی طرف بھاگ گئے۔ اگرچہ برطانیہ اور کویت کے شیخ اس بات پر رضامند ہو گئے کہ عجمی کو روکا جائے کہ کویت کے علاقے کو چھوڑ کر اس پر حملہ نہ کرے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ انہوں نے کویت سے مغرب کی جانب پیش قدمی کی۔ اور اس کی فوج کو دھمکی دی کہ کبھی وہ راشدی دارالحکومت حائل کی طرف پیش قدمی نہ کرے۔ ابن سعود نے احتجاج کیا اور کویت کے ساتھ اس معاملہ میں بات چیت کے لئے اپنی حیثیت کو مضبوط بنانے کے لئے ممکنہ اقدامات کئے۔ کویت کی سرحد پر آباد خانہ بدوش بہت جلد جوش میں آ گئے لیکن جنگ کے اختتام کے قریب عجمی کو دی گئی امدادی رقم جو کہ کویت کے

Marfat.com

شیخ کے ذریعے دی گئی تھی ختم ہو گئی۔ قبیلہ ابن سعود سے شرائط طے نہ کر سکا۔
اس پر اس نے ابن راشد کے خلاف ایک دفعہ پھر پنجہ آزمائی کی۔ اور طرفیہ کو بیس بنایا یہ ایک وسیع و عمیق جگہ تھی جس میں پانی اور درخت ریت کے ٹیلوں سے گھرے ہوئے تھے اگلے دستوں کی کمان اپنے بیٹے ترکی کو دی۔ ستمبر 1918ء کے اختتام پر ابن سعود حائل کی دیواروں کے سامنے تھا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اتنے طاقتور دشمن پر سامنے سے حملہ نہیں کیا جاسکتا اس نے ایسی قوی فوجوں پر حملہ کیا جو اسے نزدیک سے ملیں۔ بہت مال غنیمت ہاتھ لگا۔ جس میں 1500 اونٹ اور ہزاروں بھیڑیں اور بہت سے اسلحے کے صندوق اور چھوٹے ہتھیار شامل تھے۔

فیصل کو طرفیہ میں چھوڑ دیا گیا۔ اگرچہ اس نے کچھ حصہ جنگ کا دیکھا جب سامان والی گاڑی اور اس کے حفاظتی دستے کے حصے پر حملہ کیا گیا یہ واقعہ الیاطب کے قریب پیش آیا۔ اس میں جانی نقصان ہوا تیز حملے سے دس افراد مارے گئے۔ اس موقعہ پر سعود الیمامی اس کا با اعتماد فوجی مشیر اور محافظ تھا جس نے بعدازاں اس کے بارے میں ایک انگریز کو بتایا کہ وہ مسحور کن اور شریف تھا۔ طرفیہ میں اس نے اور فہد نے اپنے باپ کو دیکھا۔ جب وہ اپنے دستے کی کمان لئے واپس آیا۔ انگریز ایچ سینٹ جے فلبی جسے دریہ سے سرمایہ دے کر جنگ میں بھیجا گیا تھا اور اس کے ہاتھ حائل پر حملے کے لئے حوصلہ افزائی کے پیغامات بھیجے گئے تھے۔ فلبی بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے فیصل اور فہد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ نازک سے دکھائی دیتے تھے۔ ان کو اس نے پہلے اپنے خاندان کے نوجوان افراد کے ساتھ گھڑ سواری کے کھیل میں دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے باپ کو واپسی پر خوش آمدید کہا۔ رسمی طور پر دونوں رخساروں پر اور ناک پر بوسے لئے گئے بیس دن بعد خبر پہنچی کہ دمشق کا سقوط ہو گیا ہے مشرق میں جنگ ختم ہو رہی تھی اور یورپ میں ابھی جنگ بندی میں چند دن باقی تھے۔

فیصل حجازی ابن شریف مکہ کو پیرس میں ورسائی (Versailles) کے مقام پر امن کانفرنس منعقدہ 1919ء میں حاضر ہونا تھا۔ اگرچہ اس کا باپ اور وہ اس کے نتائج پر خوش نہ تھے۔ ترکوں کے خلاف بغاوت میں اپنے کردار کے صلے میں حسین کو توقع تھی

Marfat.com

کہ اتحادی اسے عرب اور عربی بولنے والے علاقوں پر اناطولیہ تک کا بادشاہ بننے میں مدد دیں گے۔

ابن سعود جس نے ترکوں کے خلاف 1911ء میں عام عرب بغاوت کے منصوبے کا ذکر کیا تھا پہلا شخص تھا جس نے الحصا میں 1913ء میں ترکوں کے خلاف اقدام کیا۔ اس کے برعکس حسین نے 1912ء میں ترکوں کی طرف سے اثیر کی طرف لشکر کشی کی۔ شریف مکہ اور اس کا بیٹا جنگ شروع ہو جانے کے بعد بھی راست اقدام سے کتراتے تھے۔

جب اس نے اقدام کیا تو یہ مکہ میں ابتدائی کارروائی کے فوراً بعد نہ ہوا۔ مدینہ فتح نہیں ہوا تھا اور برطانوی ہوائی جہازوں کو حجاز کی چھوٹی چھوٹی شمالی بندرگاہوں پر استعمال کیا گیا۔ اس کے علاوہ متعدد ہتھیار اسلحہ۔ بہت بڑی رقمیں سونے کی اور کافی برطانوی اور کچھ فرانسیسی امداد اور حوصلہ افزائی تھی۔ معاملہ دلکش تھا اور اس وقت سے حسین اتحادی امداد کا متوقع ہو گیا۔ لیکن یہ معاملہ اختیاری نہ تھا اس میں جبر کا دخل تھا۔

ابھی جنگ ختم ہی ہوئی تھی کہ ایک مہلک انفلوئنزا بہت سی دنیا میں پھیل گیا۔ اس سے اتنے لوگ ہلاک ہو گئے جتنے جنگ میں بھی نہ مرے تھے۔ دسمبر 1918ء میں یہ مرض عرب میں پھیل گیا۔ اس سے ترکی فوت ہو گیا۔ یہ ابن سعود کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ جس نے شروع سال میں اگلے دستوں کی کمان کی تھی۔ یہ اپنے باپ کی طرح بہت لمبا' خوبصورت لڑکا تھا۔ 19 سال کا تھا۔ اس کا ایک چھوٹا سا بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں۔ فیصل کا قریب ترین ساتھی اور بھائی فہد بھی فوت ہو گیا اور ایک چھوٹا بھائی سعد بھی جس کی عمر پانچ سال تھی۔ ابن سعود کی بیویوں میں سے جوریہ بنت مساعد اس بیماری سے فوت ہوئی اور بہت سے دوسرے رشتہ دار اور بیویاں سعودی قبیلہ کی اور نجد کی بھی راہی ملک عدم ہوئیں۔

Marfat.com

الباب الثالث

شہزادہ فیصل کا سفر یورپ

اگلے سال جب ابن سعود کو باقی ماندہ سوالات پر گفتگو کرنے کے لئے لندن آنے کی دعوت دی گئی۔ اس نے محسوس کیا وہ خود نہیں جا سکتا۔ اور جواب دیا کہ میں کس بیٹے کا نام دوں گا جو میری نمائندگی کرے گا لیکن یہ کہنے میں دیر کر دی کہ کونسا بیٹا اور کب جائے گا؟ آخر کار اس نے باقی ماندہ بیٹوں میں سے سب سے بڑے سعود کا نام نہ دیا۔ بلکہ فیصل کا نام دے دیا جو چودہ سال کا تھا۔ احمد السعود کو اس کا مشیر مقرر کر دیا۔ احمد الحسنین السعود قبیلے کا ایک فرد تھا۔ جو کسی سابقہ حکمران کی اولاد تھا۔ جس کا خاندان بعد میں ترکیہ میں آباد ہو گیا۔ وہ ترکی اور فرانسیسی زبانیں بولتا تھا اور چونکہ استنبول میں پل کر جوان ہوا تھا اس لئے غیر ملکیوں کے ساتھ بطور ترجمان مقرر کر دیا جاتا تھا۔ وہ عرب میں واپس آیا اور ابن سعود کی طرف سے لڑتا رہا اور یہی شخص تھا جس نے الحسا میں واقع ترکی قلعے کی واپسی کا انتظام کیا اور یہ 1913ء میں ابن سعود کے قبضے میں آ گیا تھا۔

بحرین کے شیخ کے جانشین کو بھی لندن آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن وہ پہلے چلا گیا کیونکہ سعودیوں نے اپنی روانگی میں تاخیر کر دی۔ گو کہ کویت کے شیخ کے جانشین اور جانشین احمد الجابر الصباح نے نجدی پارٹی کے ساتھ سفر کرنا تھا۔ فیصل کے ساتھ عبد اللہ القصیبی بھی گیا جو کہ ایک نجدی تاجر تھا اور بحرین کا مکین تھا۔ یہ انگریزی بولتا تھا اور مسافرت پسند شخص تھا اور ساتھ تین دیگر شخص اسی کام کے لئے مقرر تھے۔ مسٹر ھمفری بومین کو بغداد میں مقیم سیاسی عملہ نے وفود کے ساتھ جانے اور ان کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا۔ سرکاری حلقوں میں لیا نہیں " وسطی عرب کا مشن انگلستان کے سفر پر کہہ کر پکارا گیا۔ کویتیوں کو کویت سے لیا گیا اور نجدیوں کو بحرین سے لے کر 39 سالہ پرانے جہاز جس کا نام آر۔ آئی۔ ایم۔ ایس لارنس تھا۔ میں سوار کر لیا گیا۔ اس جہاز کا نام برطانوی ہند کی تاریخ کے ایک مشہور گورنر جنرل کے نام

Marfat.com

رکھا گیا تھا۔

بومین کو کویتی اور نجدی وفود کے تعلقات قائم رکھنے میں کچھ دقت پیش آئی۔ شیخ احمد کویتی ایک بڑ مارنے والا پچیس تیس برس کی عمر کا آدمی تھا۔ اگرچہ فربہی کے سبب زیادہ عمر کا لگتا تھا۔ اس نے ابن سعود کے چودہ سالہ بیٹے کو ترجیح دینے پر اعتراض کیا لڑکا بڑا شرمیلا اور نازک نظر آتا تھا۔ وہ سحر انگیز اور تنہائی پسند تھا۔ لیکن احمد سیدھا فیصل کی حمایت میں اٹھا سیدھا اس کے لئے کھڑا ہوا اس نے بومین کو بتایا کہ چونکہ میں اس کا عمزاد اور سرپرست ہوں اور اس بارے میں ابن سعود کی خاص ہدایات بھی رکھتا ہوں۔ اس لئے مجھے اپنی حیثیت کو برقرار رکھنا چاہئے۔ احمد جنگ میں زخم لگنے کی وجہ سے لنگڑا کر چلتا تھا۔

اور اپنے لمبے بالوں کو فیصل کی طرح نجدی انداز میں تہ دار کڑے میں رکھتا تھا تاکہ گھنگھریالے ہو جائیں بومین لکھتا ہے کہ کویتی شکل و صورت میں ان سے مختلف ہیں۔ سگریٹ پھونکتے نمازوں کی بہت کم پابندی کرتے اور زیادہ سادہ لباس پہنتے تھے۔ نجدیوں کو ان کا ضابطہ ریشم پہننے سے منع کرتا تھا۔ ان کا کتان کا بنا ہوا کپڑا عمدہ اور بے داغ ہوتا تھا اور ان کا پہناوا کویتیوں کی نسبت زیادہ دلکش ہوتا تھا۔ وہ سر پر سفید پوشش پہنتے تھے اور سنہری دھاگے کے رسے سر پر لپیٹتے تھے اور اگرچہ تمام پارٹی تلواریں اٹھاتے ہوئے تھی جن کی نیاموں اور دستوں پر سونا چڑھا ہوا تھا اور ان کی پیٹیوں میں سونے سے مرصع خنجر تھے نجدی ان سے اعلیٰ دکھائی دیتے تھے۔ احمد کویتی جو چنداں خود اعتماد نہیں تھا جیسا وہ لگتا تھا۔ اس نے آخر میں کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے لندن سے چلے جائیں جوں ہی بادشاہ ان کو ملے" یہ ایک درخواست تھی جو قبول کر لی گئی۔ اگرچہ فیصل ابتدائی منصوبے سے زیادہ عرصہ تک وہاں ٹھہرے ہے۔

بمبئی سے دونوں پارٹیاں "کیگو" نامی جہاز پر جو کہ ایک سابقہ جرمن جہاز تھا۔ سفر کرتے گئے۔ جب کہ بومین انچارج تھا۔ احمد کو دیکھا کہ وہ لگاتار ابن سعود کو نجد کا بادشاہ کہتا تھا۔ اور شریف مکہ کے رویئے اور اقدامات کی مذمت کرتا تھا۔ وہ ابن سعود کے آئندہ رول کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ وہ عرب کہ اکثر حصے پر بادشاہ ہو گا۔ اگرچہ کوئی بھی اس کے بارے میں پرامید نہ تھا کہ ایسا ہو گا اور برطانیہ کو چونکہ قاہرہ کے

Marfat.com

ماہرین نے مشورہ دیا تھا۔ اس لئے وہ حجاز کے حسین اور اس کے بیٹے فیصل کی حمایت کرتا تھا۔ کسی کو بھی اندازہ نہ تھا۔ اگرچہ شاید وہ ایسا کرنے کے قابل ہوں گے۔ کہ حجاز ابن سعود کے زیر اثر آ جائے گا اور یہ کہ چودہ سالہ بڑا لڑکا انگلستان جاتے ہوئے اس کے نائب کی حیثیت سے تین دھائیوں تک اس پر حکمران رہے گا۔ حسین کے ایک بیٹے عبد اللہ نے صرف چند ماہ قبل اشارے سے کہا تھا کہ ہوا کا رخ کدھر ہے۔ اس کو یقین تھا کہ وہ چند سال تک ترکوں اور برطانیہ کی امداد کی وجہ سے محفوظ رہے۔ حسین نے حجاز نجد کی سرحدوں پر واقع خرم کے نخلستانوں اور منڈی پر دعویٰ کر دیا۔ اگرچہ جغرافیائی طور پر یہ نجد کی سطح مرتفع کا حصہ تھا اور اس پر گاہے گاہے ایسے قبیلے مقیم رہتے تھے جو معمول کے مطابق ریاض تک چلے جاتے تھے اس پر شریف جیسا حکمران تھا۔ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھا یہ جگہ کوئی زیادہ اہمیت کی حاصل نہ تھی۔ لیکن حسین اسے لینے کے لئے دھمکیاں دیتا رہا اور برطانیہ اس پر اپنے حقوق جتلاتا رہا۔ باوجود اس کے کہ مقامی لوگ ابن سعود کی طرف مائل تھے اور وہ نجد کے ساتھ الحاق چاہتے تھے۔ برطانوی افسروں کو شریف کی طاقت کا خوب علم تھا اور یہ جان کر کہ اس کی فوج کو برطانیہ نے تربیت دی تھی اور مسلح کیا تھا۔ انہوں نے مختلف محکموں کے درمیان ہونے والی کانفرنس میں جو مارچ 1919ء میں دفتر خارجہ میں منعقد ہوئی تھی اور جس میں ہندوستان کے لئے ریاستی امور کا سیکرٹری لارڈ مونٹیگ بھی موجود تھا جس نے لارڈ کرزن کو یہ بات بتا دی کہ حسین اگر خرم حاصل کرنا چاہے تو اسے کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ برطانیہ نے شریف کو روکنے کی کوشش سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ لارڈ کرزن یہ کہہ رہا تھا کہ معاملہ کو پالیسی کے تحت طے کیا جائے نہ کہ معاملہ کی قدر و قیمت کی بنا پر کیونکہ اس معاملہ کے بارے میں مختلف آراء تھیں۔ ہماری پالیسی یہ رہی ہے کہ حسین کی مدد کی جائے۔

اس طرح حسین کا بیٹا عبد اللہ خرم کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ترابہ کے مقام پر خیمے نصب کئے جہاں اس کی فوج کو گھیرے میں لے لیا گیا اور ابن سعود کے آدمیوں نے حملہ کر کے تباہ و برباد کر دیا۔ عبد اللہ اور اس کے خاص عملہ کو سوار ہو کر بھاگ نکلنے کا بہت تھوڑا وقت ملا۔ مال غنیمت میں آٹھ جنگی توپیں آئیں جو برطانیہ

Marfat.com

نے شریف حسین کو دی تھیں۔

حسین کا لہجہ فوراً بدل گیا۔ اب وہاں خوف و ہراس تھا۔ خوفناک اہل حدیث راستے میں آنے والے سب اشخاص کو قتل کر کے مکہ پر حملہ آور ہونے والے تھے۔ اصل میں ابن سعود نے اپنی فوج کو حکم دے دیا تھا کہ وہ مزید پیش قدمی ترک کر کے وسطی عرب کو لوٹ آئیں۔ خرم اور تراب اس کی سلطنت میں شامل ہو چکے تھے۔ اس کے قبضہ کر لینے سے ان کے بارے میں مزید جھگڑا رفع کر دیا گیا۔ فیصل کے انگلستان جانے کے مشن کی اشاعت کا مقصد یہ تھا کہ اتحادیوں کی فتح پر مبارکباد کے پیغامات دیئے جائیں۔ لیکن یہ موقع حاصل کرنا تھا تاکہ برطانیہ کے درج ذیل التوا میں پڑے ہوئے سوالات پر بحث کی جائے۔

1- حجاز کے شاہ حسین کے بارے میں ابن سعود کے رویے کی وضاحت اور جواز
2- نجد کی حدود متنازعہ نجد: حجاز سرحد کے حوالے سے اور اس کی حد بندی
(سابق شریف مکہ جو بادشاہ کا خطاب حاصل کر چکے تھے)

Marfat.com

3- ابن سعود اور ایچ ایم جی کے درمیان 1916ء میں ہونے والے معاہدے کی توثیق کا مسئلہ۔

4- ایچ ایم جی کی طرف سے ابن سعود کو دی گئی مالی امداد میں اضافے کا مسئلہ۔

ایچ ایم جی کی طرف سفیر بھیجنے کی درخواست کہ ابن سعود کے ساتھ مندرجہ بالا معاملات سے پیدا شدہ نکات کو اس نقطہ نگاہ سے زیر بحث لانا کہ آئندہ کے لئے مکمل افہام و تفہیم ہو جائے مسٹر فلبی نے جہاز کے انگلستان پہنچنے پر پارٹی کا چارج بومین سے لینا تھا۔ وہ اسے ملنے کے لئے پلائی ماؤتھ گیا۔ ایسا کرنے سے پہلے جیسا کہ اس نے بعد میں بتایا۔ اس نے سرکاری مہمان نوازی فنڈ کے ایک انچارج افسر سے معلومات حاصل کیں۔ کہ مشن کے ارکان کو کہاں ٹھہرانا ہو گا۔ اسے بتایا گیا کہ جب وہ پلائی موتھ سے واپس آئے گا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ پارٹی پیڈنگٹن میں چودہ تاریخ کی شام کو پہنچی۔ تین کاروں میں ان کو اپر نارووڈ (Norwood) کے علاقے میں کوئینز ہوٹل لے جایا گیا۔ پندرہ کی صبح مینجر نے کہا کہ رہائش کا انتظام وہاں پر صرف ایک رات کے لئے تھا اور یہ کہ پارٹی کو اس دن روانہ ہونا پڑے گا۔ فلبی نے ایک اہلکار کو قابو کیا جو کہ معاملے کو نپٹا سکتا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ جن کا تعلق ہو سکتا تھا وہ سب باہر چلے گئے ہیں اور جتنے ہوٹلوں سے اس نے رابطہ کیا سب بھرے پڑے تھے وہ اس لئے انڈیا آفس گیا کہ وہ مدد کرے۔ وہاں سے لیفٹننٹ کرنل سر جیمز ڈن لپ سمتھ نے اعزازی لیفٹننٹ کینسڈیل کو فون کیا جو کہ بادشاہ کے ہندوستانی اردلی افسروں کی سینٹ جارج روڈ پر واقع رہائش گاہ کا انچارج تھا۔ وہ فوراً رضا مند ہو گیا کہ انہیں اپنے ہاں رکھ لے گا۔ چار بجے شام تک پارٹی کو حفاظت سے مکان میں پہنچا دیا گیا۔ بد قسمتی سے موسم بہت مرطوب تھا۔ اگرچہ کینسڈیل اور اس کی بیوی نے کی اور ہر قسم کی کوشش کی تاکہ عربوں کو جتنا ممکن ہو سکے اچھے طریقے سے ٹھہرایا جائے۔ انہوں نے افسوس کے ساتھ کہا کہ وہ ان کے کھانے کا انتظام نہیں کر سکے۔ اس لئے ان کے تمام کھانے گروز وینر ہوٹل میں لے جایا جاتے۔ پریس کو اس غیر معمولی استقبال کا علم ہوا۔ عربوں کو مشرقی لباس میں بارش کے دوران آہستہ چل کر گروز وینر ہوٹل جاتے اور واپس آتے ٹھیک ٹھاک دیکھا جا سکتا تھا۔ "دی ٹائمز" نے

Marfat.com

ایک آرٹیکل اس سرخی سے چھاپا " ہمارے عرب مہمان"۔ اس میں سخت لہجے میں ان کے لئے کئے گئے انتظامات پر تنقید کی گئی۔ " دی ڈیلی گرافک" نے اس سے بھی بڑھ چڑھ کے "گورنمنٹ کی فحش غلطی' آوارہ گرد عرب اور میزبان کمیٹی" کے عنوان سے لکھا۔

دو دن بعد لارڈ کرومر نے یارک کانیج سینڈ رنگ ہام سے انڈیا آفس کو لکھا کہ بادشاہ نے " دی ٹائمز" کا ایک حصہ جو اس کے خط کے ساتھ منسلک تھا۔ پڑھ کر تاثر لیا ہے۔ بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ انڈیا آفس نے سرکاری میزبانی فنڈ پر زور دیا ہو گا کہ گورنمنٹ کے مشرقی مہمانوں کے لئے مناسب رہائش اور ان کے ساتھ مطلوبہ خوش اخلاقی کی کتنی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور یہ اخباری بیانات جیسا کہ " دی ٹائمز" میں شائع ہوا کس قدر خراب تاثر چھوڑتے ہیں۔

چونکہ لارڈ کرزن نے گزشتہ جولائی میں ملاقاتوں کی منظوری دے دی تھی سرکاری میزبانی کے فنڈ نے دو اگست کو رضامندی کا اظہار کر دیا تھا اور انڈیا آفس کو اس وقت سے گاہے گاہے مطلع کیا جاتا رہا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا خرابی ہوئی۔ اگر کسی متعلقہ ادارے کو تفاصیل کے بارے میں شک تھا تو کیوں نہ اس نے دوسرے محکموں سے جو زیادہ کامیابی سے ہم کنار تھے رابطہ قائم کیا۔

بادشاہ نے ملکہ اور شہزادی میری کی معیت میں مرکزی عرب پارٹی کا بکنگھم پیلس میں تخت والے کمرے میں 30 اکتوبر کی صبح کو استقبال کیا۔ احمد کویتی کا اسی صبح علیحدہ استقبال ہوا' فیصل نے دو شاندار تلواریں پیش کیں جو وہ بطور تحفہ ابن سعود سے لایا تھا اور ایک آداب سے بھرا خط اپنے باپ کی طرف سے دیا۔ جس پر اتفاق سے بطور حاکم نجد۔ الحصا' القطیف اور جبیل اس کے ماتحت ریاستیں اور اس کے قبائل کے سرداروں نے دستخط کئے تھے۔ جواب میں اسے دو دستخط شدہ تصاویر دی گئیں اور بادشاہ سلامت نے اسے یقین دلایا کہ اس کے وزراء سیاسی نوعیت کے معاملات مشن کے ساتھ زیر بحث لائیں گے اسی موقعہ پر بادشاہ نے ابن سعود کے تین بیٹوں کی وفات اور اس کے متعدد افراد کے انفلوئنزا کی وبا سے ہلاک ہوجانے پر اس سے تعزیت کی۔

لارڈ کرزن نے کہا تھا کہ وہ مشن کی رخصت سے قبل ان سے ملاقات کرے گا

Marfat.com

اور اسے ملنے کے بعد احمد التونیہ نے " ریوٹر" اخبار کے نمائندے کو محتاط بیان دیا۔ اس نے کہا کہ لارڈ کرزن نے حکومت برطانیہ کے خیالات موجودہ تجاویز کے بارے میں کہ ابن سعود کے علاقوں اور شاہ حجاز کے علاقوں کی حدود مقرر کی جائیں پہنچا دیئے ہیں اور یہ کہ حکومت برطانیہ تجویز کرتی ہے کہ مشترکہ حد مقرر کرنے کی غرض سے شاہ حجاز اور ابن سعود کے درمیان ایک میٹنگ کا انتظام کیا جائے۔ احمد اس پر یقین کی جانب مائل نہ ہوتا تھا کہ شاہ حجاز اسی قسم کی میٹنگ پر رضامند ہو۔ اس نے کہا کہ ابن سعود پہلے ہی بہت کوشش کر چکا ہے اس نے مزید کہا پچھلے ماہ اگست میں جب مکہ کی سڑک اس پر کھول دی گئی۔ ابن سعود نے ارادۃً مقدس شہر کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلوتہی کی تھی۔ حالانکہ اس کے پاس پانچ ہزار کی نفری تیار کھڑی تھی اور وہ با آسانی ایسا کر سکتا تھا۔ اس کی توثیق برطانیہ کے مقامی نمائندے آربلارڈنے کی جسے بعد میں سرریڈر بلارڈ کہا جانے لگا۔ احمد کی رائے تھی کہ جب تک حکومت برطانیہ کوئی مکمل فوجی انتظام نہیں کرتی یا موخر الذکر متنازعہ علاقے کی حد بندی کرنے کی ذمہ داری نہیں لیتی۔ لڑائی کا دوبارہ شروع ہو جانا یقینی تھا۔ جس سے برطانیہ کے اتحادیوں کے دونوں دھڑوں کا نقصان ہونا تھا۔ میجر این این ایبرے اپنی کتاب میں جو 1934ء میں شائع ہوئی لکھتا ہے کہ دفتر خارجہ میں ان کا استقبال بہت ناپسندیدہ تھا۔ مرحوم لارڈ کرزن نے ان سے بچوں جیسا سلوک کیا وہ اس قدر توہین آمیز تھا کہ وہ غصے کے مارے انگلستان سے چلے گئے اور قسم کھائی کہ وہ دوبارہ اس ملک میں کبھی نہ آئیں گے۔ (انگلستان کے سفر کے بعد) مجھے پیرس بھیجا گیا کہ مسٹر فلبی کی عارضی عدم موجودگی میں ان کا چارج سنبھالوں میں نے ان کو خطرناک موڈ میں پایا۔ احمد نے کہا کہ اگر دفتر خارجہ کا کپتان وائی نجد آیا ہم اس کا گلا کاٹ دیں گے اور اس نے متنفرانہ انداز اختیار کیا۔

" نہیں، نہیں" میں نے کہا " یہ تمہاری شہرہ آفاق میزبانی کے خلاف ہے۔" وہ خوب ہنسا۔ " اچھا۔ شاید نہ ہو " اس نے کہا " پھر بھی اس کا نہ آنا ہی بہتر ہوگا" یہ دفتر خارجہ کا حسین اور حجاز کے ساتھ رویہ تھا جس نے انہیں پریشان کردیا۔

شریف مکہ کو جنگ کے بعد حجاز کا بادشاہ تسلیم کرلیا گیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو

Marfat.com

عربوں کا بادشاہ کہنا شروع کردیا تھا لیکن وہ اپنی قدرتی حدود سے نابلد معلوم ہوتا تھا۔ اگرچہ بعد میں واقعات نے ثابت کردیا غلط فہمیاں امریکہ کے وائٹ ھال کے سرکاری حلقوں میں پیدا ہوئیں بلاشبہ تمام تر نہیں تو زیادہ تر قاہرہ میں جنگ کے دنوں میں عرب بیوریو کے جوش اور اس کی بنیاد پر بنائی گئی پالیسی کی مرہون منت تھیں۔ عرب میں حالات کی حقیقتوں سے چشم پوشی کر کے حکومت برطانیہ ابن سعود پر دباؤ ڈالتی رہی کہ امن قائم رکھیں۔ اور اسے یاد دلاتی رہی کہ حسین برطانیہ کا دوست اور اتحادی ہے۔

لندن میں اپنے ابتدائی ایام کے دوران فیصل کو پارلیمینٹ میں لے جایا گیا۔ ایوان بالا اور ایوان زیریں اور اس نے بعد میں لارڈز کے لباس میں فرق کے بارے میں بتایا کہ یہاں بڑے لوگ اپنا خاص لباس' ہیٹ' فراک' اور کوٹ پہنتے تھے۔ وہ بنک آف انگلینڈ میں گیا۔ اسے جرمنی کی آبدوز دکھائی گئی۔ جو کہ دشمن کا بحری بیڑا ہاتھ لگنے پر ملی تھی۔ پھر ٹیمز میں اس پر سوار ہو کر فلم بنائی گئی اور پاتھی سٹوڈیو میں نتیجہ دیکھا۔ اس کی پارٹی گرین وچ کی رصد گاہ میں بھی گئی۔ جہاں وہ دن کے وقت ستارے دیکھ کر حیران ہو گئے۔ شہر کے اندر اور بھی کئی دلچسپ اور اہم مقامات دیکھے۔ 4 نومبر کو وہ کیمبرج گئے۔ اپنے ساتھی اور مترجم فلبی کا پرانا ٹرنٹی کالج بھی دیکھا۔ اگلے دن پارٹی ویلز کے دورے پر گئی کارڈف کے لارڈ میر نے سٹی ہال میں دعوت دی جس میں طے پایا کہ ریسپشن کے بعد سٹی ہال کا معائنہ ہوگا۔ ویلز کا قومی عجائب گھر بھی دیکھا جائے گا۔ سوانسی کے میر خوش آمدید کہیں گے اور اس کے ساتھ قصبے کا کلرک' سابقہ میئر' منتخب میئر' شاہی محل ایکسچینج کا صدر اور سیکرٹری اور اس کے علاوہ دورے میں ویلز کا فولاد کا کارخانہ دیکھنا بھی شامل تھا۔ پہلی بار صنعتی پلانٹ کو دیکھ کر عرب حیران ہوئے ہوں گے اور اس کی داستانی خوش حامی' تین دن بعد وہ فش گارڈ سے روز نیر کو روانہ ہوئے وہاں سے ویکس فورڈ جہاں ان کی تواضع شاہی وکیل نے کی۔ اگلے دن ان کو موٹروں میں شوٹنگ لاج واقع نارتھ سلوب لے جایا گیا۔ جہاں انہوں نے ہونے والی شوٹنگ میں بہت دلچسپی لی۔ نارتھ سلوب سے روانہ ہونے سے قبل شہزادہ نے ڈنکی کار چلائی اور اس تجربے پر اس نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ یہ سب کچھ " آئرش ٹائمز" اخبار نے لکھا اس کے بعد وہ سپیشل گاڑی کے ذریعے ڈبلن گئے۔ وہاں پر

98233

Marfat.com

لارڈ لیفٹننٹ نے اور ٹرینٹی کالج کے انچارج وائسر یجل لاج میں استقبال کیا اور کھانا دیا۔ انہیں شیلبورن ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ گاڑی میں فوئینکس پارک ریس کورس گئے انہوں نے گھوڑوں کے گلے اور دوڑ والے گھوڑوں کے اصطبل دیکھے انہیں قومی عجائب گھر اور دوسرے دلچسپ مقامات کے معائنے کے لئے بھی لے جایا گیا۔ ڈبلن سے براستہ بلفاسٹ وہ ہولی ہیڈ شپ یارڈز اور کارخانے دیکھنے گئے اور اس سے آگے سپیشل گاڑی کے ذریعے ایک گھنٹہ بیس منٹ میں بنگور' کارنافون اور لامبرس گئے جہاں سے ایک حیرت کا انتظام کیا گیا نوجوان عرب شہزادے کو جسے ایک سرکاری اہلکار نے دبلا' نازک اور مجرد قسم کا دیکھا تھا سنوڈون پر سیر کی دعوت دی گئی۔ 17 نومبر کا دن تھا ابھی وہ دور نہیں گئے تھے کہ ان کو برفباری کے طوفان نے آلیا۔ اور انہیں جلدی سے ایک ہوٹل میں لے جایا گیا۔

اس کے بعد چیسٹر گئے اور برمنگھم میں لارڈ میئر نے ضیافت کا انتظام کیا اور چھوٹے ہتھیاروں کے کارخانے کا اور ولزلی موٹر ورکس کا معائنہ کیا ان دونوں مواقع نے سنوڈون کی ڈھلوانوں سے زیادہ محظوظ کیا سارے نجد میں ایک بھی موٹر کار نہ تھی۔ صرف پہیوں والی ایک گاڑی جو ریاض میں تھی۔ وہ ایک گھوڑے والی بگھی تھی جو ابن سعود کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اور کئی سال پہلے کی بات ہے جب عبداللہ التعصیبی جو فیصل کے مرکزی عرب مشن میں ایک کارکن تھا ایک ٹی ماڈل فورڈ ریاض لے جانے میں کامیاب ہوا۔ اسے قافلے کے اونٹوں نے کھینچا جس سے یہ لے ہانہ کا ریگزار جو ساحل اور ریاض کے درمیان ہے کے ٹیلے عبور کر کے آئی۔

لندن میں پھر جب انہیں ریل کے سفر سے فراغت اور کھانا کھانے کا وقت بھی نہ ملتا تھا ان کو پرنس تھیٹر میں میکاڈو دیکھنے کی بسرعت ترغیب دی گئی۔ اگلا دن سودا سلف خریدنے کے لئے فارغ تھا۔ تھیٹر کئی دفعہ گئے۔ لنڈن پیولین' الحمرا اور پھر پرنس تھیٹر "صبر" ڈراما دیکھنے گئے۔ کیمبرلے میں ایک چرچ پریڈ ملاحظہ کی۔ ونڈ سر محل کا دورہ کیا اور 26 نومبر کو شہنشاہ نے دوپہر کا کھانا دیا۔ جب کہ رائٹ آنریبل سرمارس ڈی بن سن بی ٹی سی ایم جی وغیرہ کرسی صدارت پر تھے۔ سرمورس گورنمنٹ کا وزیر نہ تھا۔ بلکہ ایک سابق سفیر تھا۔ اگرچہ مشرق میں نہ رہا تھا۔ سفارتی آداب کو خوب جاننے والا

Marfat.com

اور بطور ایک عمدہ اور شیریں مزاج میزبان کے مشہور تھا۔

اگلی صبح نو بجے یہ جماعت ایسٹ بورن کی طرف روانہ ہوگئی۔ وہاں انہوں نے ایک رات قیام تھا اور اگلی صبح سویرے لندن روانہ ہونا تھا۔ وہاں پہنچنے کے ایک گھنٹہ بعد وہ ایک دفعہ پھر وکٹوریہ سے دور بولون روانہ ہونے والے تھے۔ فرانس اور فلینڈرز کے میدان ہائے جنگ کا دورہ کرنا تھا۔ تاریخ کی سب سے بڑی خونریز جنگ کے خاتمہ پر جنگ بندی ہوئے صرف ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا تھا۔ جنگی نقل و حرکت بند ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اور اصل میں جن لوگوں نے شمالی فرانس کا میدان چھوڑا تھا ان میں سے بہت کم زندہ تھے کہ واپس آتے اور مصروف عمل ہوتے۔ جنگ کے دوران تباہ شدہ چیزوں میں سے اکثر باقی رہ گئیں شیل کے سوراخوں میں اور خندقوں میں' جھاڑیوں میں' مردہ درختوں اور کانٹے دار تار کے درمیان' جہاں مردہ' سپاہی کے باقیماندہ حصے اب بھی دیکھے جاسکتے تھے۔ چند مرمت شدہ سڑکوں سے دور پڑے نہ چلے ہوئے شلز اور گرینیڈوں کا خطرہ تھا۔ کھنڈرات یا محض پوڈر لگی اینٹ کی سرخی پتہ دیتی تھی کہ یہاں کبھی گاؤں آباد تھا۔ ادھر ادھر نشان شدہ چھوٹی چھوٹی سلیبیں تھیں جو ابھی تک اکٹھی نہ کی گئی تھیں۔ یہ متعدد قطاروں میں تھیں اور منظم موت کے نمونے جو اس ناقابل یقین قتل عام میں ہوئے۔

عربوں نے جو مقامات دیکھے ان کے نام ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے لیکن اس جنگی مقابلے کے منظر جو تھوڑی دیر ہوئی ختم ہوا دیکھ کر کوئی انسان ہکا بکا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو میدان ہائے جنگ انہوں نے دیکھے ان کی فہرست پیغام دیتی ہے جو کچھ وہ رہ گئے تھے انہیں دیکھنے کی کوشش کرنا۔ ایمین' للی' نیوے شیپل' لاباسی' لینز' باپومے' آراس' البرٹ' سوسنز' ریمز' شیمن دس ڈیمز' دی فور' دی پیرس' ولیرنیز' وردن' دوبانت اور فاکس' سینٹ مینی ہولڈ' دو راتوں کے لئے پھر بارلی وک' سٹرا سبرگ ایک رات کے لئے' پیرس لوٹنے سے پہلے جہاں انہیں مندیر ہوٹل دوئس میں ٹھہرایا گیا۔

احمد بن عبداللہ نے اس علاقے کو دوسری دنیا میں خیال کیا ہوگا۔ فیصل کا رجحان کئی سال بعد تک بھی کچھ نہ کہنے کی طرف رہا کہ اس نے عرب میں جو نقل و حرکت کی اس کے بارے میں "کچھ نہ کہنے " اور کچھ نہیں" کہہ کر دفع کردیتا۔ ایک لڑکے کی

Marfat.com

حیثیت سے فلینڈرز جا کر اور لندن میں 1943ء میں دیکھ کر عرب میں جس جنگ کا تجربہ اس نے کیا جنگ کا معنی بہت مختلف تھا۔

میجر برے کہتا ہے کہ عرب کے مستقبل اور حجاج کے ساتھ تعلقات کے بارے میں فیصل اور احمد کے ساتھ لمبی ملاقاتیں ہوئیں۔ اس نے ان کو بردباد رہنے پر زور دیا۔ آخر کار احمد نے وعدہ کیا اس نے کہا "میں اپنے آقا ابن سعود کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ خواہ کیسی ہی اشتعال انگیزی ہو کوئی پرواہ نہیں۔ تین سال تک کوئی جنگ نہ ہوگی۔ ابن سعود نے اپنے نمائندے کے وعدے کا پاس کیا۔ حسن کا بیٹا فیصل حجازی پیرس میں ٹھہرا ہوا تھا اور برے نے سوچا کہ وہ عرب اور اس کے لوگوں کی بھلائی کی خاطر ان کے درمیان میٹنگ کا اہتمام کرے گا۔ پہلے پہل احمد اکڑا رہا لیکن آخر کار رضامند ہوگیا۔ اگرچہ نوجوان فیصل کو ساتھ لینے کے لئے وہ کسی طرح بھی راضی نہ تھا۔ جب وہ پہنچے احمد فیصل ابن حسین کے ساتھ صوفہ پر بیٹھا اور برے فیصل کے اے ڈی سی اور حمایتی جعفر العسکری کے ساتھ بیٹھا برے جب جعفر سے بات کرتا تھا تو ایک کان فیصل کی طرف رکھتا تھا حال ہی میں فیصل نے کہا "وہ اخوان کون ہیں؟" اگر یہ سوال توہین آمیز نہیں تو تکلیف دہ ضرور تھا۔ کیونکہ ہر کوئی جانتا تھا کہ اخوان ابن سعود کے سپاہی تھے۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ اتنے کم مایہ ہیں کہ انہیں باہر کی دنیا نہیں جانتی اگر انہوں نے اصل میں اس کے اپنے بھائی عبداللہ کو بری طرح پیٹا تھا۔ اور اس کے والد کو ڈرا دیا تھا اور فیصل نے مزید کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ ان کو اپنی داڑھیاں ترشوانے کی اجازت نہیں۔ برے کہتا ہے کہ احمد کی آنکھیں میں بجلی کی سی کوند تھی وہ اور جعفر اکھٹے اٹھے تاکہ انٹرویو ختم کیا جائے جب وہ گاڑی چلا کر چلے گئے احمد غصے سے بار بار چلا رہا تھا اسے خاموش کرنے کے لئے برے کو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ برے نے اس پر زور دیا کہ یہ عرب کے مفاد میں تھی۔ صرف اپنے آقا کے موقف کی حمایت کرو اور اسے زیادہ مبنی بر انصاف بتاؤ۔

اس دوران میں حسین مکہ میں غیر سیاسی رویہ اپنائے ہوئے تھا۔ اس نے ایک [illegible] کیا۔ اس دفعہ اہل ہندوستان کے ساتھ ایسا کیا۔ اور چونکہ وہ مکہ اور مدینہ کو حاجیوں کی بہت بڑی تعداد دیتے تھے اور وہ برطانوی رعایا تھے یہ ہر لحاظ سے اس کا [illegible]

Marfat.com

دانشمندانہ طریقہ تھا ہندوستان والے حسین کا متبادل ڈھونڈھنے لگے اب ابن سعود کا ستارہ کم از کم حجاز میں عروج پر نظر آتا تھا۔

فیصل کے ہمراہ جانے والے افسران کے تبادلے خاص طور پر مدد نہ کرتے تھے اگرچہ فیصل انہیں جانتا تھا اور پسند کرتا تھا۔ برے نے فلبی سے چارج لیا اور کرنل گرے جس کی عربی بڑی معیاری تھی اور جسے ابن سعود کویت کے پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے جانتا تھا اس نے برے سے چارج لیا۔ فیصل نے فرانس سے لارڈ موٹیگ ہندوستان کے لئے سیکرٹری آف سٹیٹ ان کی خدمات کے ضمن میں شکریہ کا خط لکھا اور اس کی انکوائری کے جواب میں یہ کہنے کو وہ اتنا اچھا ہے جتنا چاہے اور یہ کہ وہ اپنی مہربانی سے بیان کی گئی نیک دعائیں گھر واپسی پر اپنے باپ کو پہنچا دے گا۔ اس خط پر دستخط یوں تھے " فیصل ابن عبدالعزیز ابن سعود" جو کہ نجد کے علاقوں اور اس کے قبیلوں کے سرداروں کے بادشاہ کا بیٹا ہے جہاں تک علم ہے یہ پہلا موقع تھا جب ابن سعود کے لئے تحریری طور پر بادشاہ کا لفظ استعمال ہوا۔ بے شک احمد نے اس کا مسودہ لکھا لیکن فیصل نے بغیر غور کئے اس پر دستخط نہیں کئے اصل نکتے کی بات یہ ہے کہ مارسیہ سے مناسب ٹرانسپورٹ کی کمی کے باعث انہیں پہلے کئے ہوئے ارادہ سے دو ہفتے زیادہ پیرس میں ٹھہرنا پڑا اور جنگ کے میدان دیکھنے میں وقفہ پڑ گیا تھا اور پیرس میں جب وہ ٹھامس کک کے نمائندے کے ہاتھوں میں رہ گئے جس پر احمد خوش نہ تھا اور پیرس میں دو نامعلوم اغلباً ناپسندیدہ لوگوں کا ان سے رابطہ ہوا۔ دسمبر کے آخر میں وہ ایس ایس نیورالیا جہاز کے ذریعے کرنل گرے کے ساتھ مارسیہ روانہ ہوئے اتفاق یہ ہوا کہ کرنل گرے کو اپنی کچھ چھٹی ان کے ساتھ جانے کے لئے منسوخ کرنی پڑی اور اس کی دو تہائی تنخواہ کی کٹوتی ہو گئی کیونکہ وہ مفت سفر کر رہا تھا۔

بادشاہ کے دستخطوں سے ایک خط نومبر کے آخر میں فیصل کو پہلے ہی دیا جا چکا تھا کہ وہ اپنے باپ کو پہنچا دے۔ ساتھ ہی دو دستخط شدہ تصاویر اس کی محل میں موجودگی کے دوران دی گئیں۔ بادشاہ کے خط میں تحریر تھا کہ وہ اس کے بیٹے فیصل اور احمد التونیہ کے آنے پر خوش ہے اور کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ دوستی کے بندھن

Marfat.com

مضبوط ہوں اور تمام عرب ریاستوں کو متحد کیا جائے اب مجھے اعتماد ہے کہ جنگ ختم ہو چکی ہے۔ تمام سردار اور لوگ آزادی' امن اور اتحاد کے ساتھ مل کر رہیں حکومت ابن سعود کی اس بارے میں تمام کوششوں کی حمایت کرے گی۔

مجموعی طور پر کچھ ناخوشگوار لمحات کے باوجود سفر مفید اور کامیاب رہا۔ بلکہ بقول نومسلم فلبی کے ایک بڑی کامیابی تھی فلبی ایک ہنرمند آدمی تھا۔ خاص طور پر جہاں حکومت برطانیہ کا تعلق ہے۔ ابن سعود کا حسین کے ساتھ رویہ برطانیہ کو واضح طور پر بتا دیا گیا ہے پھر بھی اگرچہ وہ امید پر مصر رہے کہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اس کی امداد جاری رہی اور مستقبل میں تعلقات پر بات چیت مددگار رہی۔

لندن میں فیصل اور احمد کی انگریز وزیروں لارڈ کرزن اور لارڈ مونٹیگ سے ہوئی جس سے مشرق سے متعلق بات چیت ہوئی اور دفتر خارجہ کے سرکاری اہلکاروں اور انڈیا آفس جو عرب معاملات کو نپٹاتے ہیں' سے ملاقاتیں ہوئیں۔

لیکن پیرس میں جب وہ فلینڈرس سے ہو آئے تھے انہوں نے امن معاہدہ کے مضمرات کے بارے میں سنا اس پر موسم گرما میں دستخط ہوئے۔ اس میں صدر ولسن کے چودہ نکات کا بھی ذکر آیا۔

پانچ بڑی طاقتوں میں سے جن کے نام فیصل نے محنت سے سیکھ لئے تھے تین بڑی نہیں رہیں - اور ایک نئی' ریاستہائے متحدہ امریکہ منصہ شہود پر آگئی ہے جس نے دنیا میں فساد مچانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے کیونکہ اس طرح اس کی اسلحہ کی خرید و فروخت جاری رہتی ہے۔

Marfat.com

الباب الرابع

فیصل بحیثیت سپہ سالار

جوں ہی فیصل یورپ سے لوٹا اس کے باپ نے اسے ایک فوج کی کمان دے دی تاکہ وہ اثیر میں اس سے کام لے۔ اثیر ایک علاقے کا حصہ تھا جو ایک توحید پرست ادریسی کے زیر اثر تھا۔ یہ علاقہ یمن اور حجاز کے حسین کے زیر تسلط علاقوں کے درمیان واقع تھا۔ اس کی واضح ارضی سرحدیں غیر یقینی تھیں۔ بحیرہ احمر کا ساحلی علاقہ بہت گرم تھا اور ان لوگوں کے لئے غیر صحت مند تھا جو اس کے عادی نہ تھے عرب کے اندرونی پہاڑ سرد تھے اور وادیاں زرخیز تھیں۔ ادریسی حکمران بہت پرانے خاندان سے نہ تھے۔ ان کا جد امجد احمد ادریسی انیسویں صدی کے شروع میں شمالی افریقہ سے مکہ آیا تھا شریف سے ناراض ہو کر وہاں سے اثیر بھاگ گیا۔ جہاں اس کے جذبہ اور پرہیز گاری کا اس قدر احترام کیا گیا کہ اس کے فیصلوں پر عملدر آمد کیا جانے لگا۔ ابن سعود کے اقدامات اثیر پہ تاریخی دعوؤں سے معرض وقوع میں آئے اور اس وجہ سے جو کہ جنگ عظیم درمیان اور پہلے واقع ہو چکا تھا۔ حجاز کے حسین نے ترکوں کی درخواست پہ اثیر پر 1914ء میں لشکر کشی کی تاکہ ابھا میں واقعہ اپنے قلعہ کو واپس لے لے۔ یہ بالائی سطح پر واقع دارالحکومت تھا جس کا ادریسی کے وفادار قبیلوں نے محاصرہ کیا تھا ۔ حسین نے اپنا کام کامیابی سے چلایا ایک بڑا ترک قلعہ 1919ء تک یہاں موجود رہا۔ ابھا کے عید سرداروں کو جو ترکوں کے وفادار رہ چکے تھے محمد ادریسی نے چیلنج کیا جن کو اتحادی اہلکاروں نے جنگ عظیم کے دوراں اسی حیثیت سے جانا کہ وہ تمام اثیر کے حکمران ہیں۔ چونکہ مکہ کا حسین ہی تھا جس نے اپنا ظاہر بدلا تھا اور ادریسی جو کہ ترکوں کے خلاف تھا اس لئے برطانیہ کا طرفدار تھا عید سردار غیر قدرتی طور پر نہ بدلے کسی اور جگہ سے مدد لینے کی بجائے اور انہوں نے ابن سعود کو دعوت دی کہ ادریس کے خلاف ان کی مدد کرے جب جنگ بندی ہوئی تو وہ ایسا کرنے کو تیار تھا ادریسی اصول تھے وہابیوں پر لعنت کرنا۔ اس کے آدمی گرم جوش تھے۔ ابن سعود

Marfat.com

کے ایک عم زاد عبدالعزیز ابن مساعد نے ان کی کمان کی اور ادریسی فوج کو ساحلی میدان کی طرف واپس دھکیل دیا۔

عید قبیلہ کے لوگ اب چاہتے تھے کہ پہلے اہلحدیث اتحادیوں کے ساتھ مل کر صحابیہ پر اور پھر عریش پر قبضہ کرلیں۔ اس نکتہ پر اہل حدیث نے اپنے ڈٹے رہنے کے منصوبے کا اظہار کیا نوجوان فیصل کی کمان میں اہل حدیث کی ایک بڑی فوج میدان میں بھیجی گئی جب کہ خالد ابن لوی جس نے حجازی افواج کو خرم اور تراب کے مقامات پر چند ماہ قبل شکست فاش دی تھی کو اس کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔ پیش قدمی بیشا کے راستے شاہراہ فیل کے ساتھ ساتھ تھی اس میں فیصل نے خمیس مشیط پر چڑھائی کرنے سے پہلے کچھ دن قیام کیا۔ وہاں پر شہران قبیلوں نے اس کا استقبال کیا اور ساتھ شامل ہوگئے۔ مقامی فوجوں کو الحجلہ کے مقام پر بھگا دیا گیا اور ابہا پر قبضہ ہوگیا۔ جوشیلے اہل حدیث یلغار کرتے جاتے تھے شمال کی طرف بحرہ احمر پر قنفیدہ (Qunfidha) پر ٹوٹ پڑے۔ وہاں گرم اور گھٹن والی آب ہوا نے اور سعودی فوجوں میں ملیریا کے اثر نے شریف مکہ کا قلعہ بچا لیا۔ ایں کی فوجی قوت سے ایسا ممکن نہ تھا۔

عید برادران حسین اور محمد کو ریاض لے جایا گیا۔ وہاں لیکچر دیا گیا اور انہیں اجازت مل گئی کہ وہ پرائیویٹ شہری کی حیثیت سے واپس جاسکتے ہیں اس طرح سعودی پیش قدمی ایک ایسے ملک میں ختم ہوئی جو ان کے اپنے ملک سے مختلف تھا۔ یہ پہاڑی علاقہ نیز ساحلی میدان بہت گرم تھے۔ ان میں ایسے لوگ رہتے تھے جن کی عادات مختلف تھیں۔ کچھ عورتیں بے پردہ جاتی تھیں اور مہمانوں کو کھانا وغیرہ پیش کرتی تھیں۔ دونوں اصناف یعنی مردوں اور عورتوں نے گھاس کے چوڑے ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔ گرمی اور دھوپ سے بچنے کے لئے دیہاتی لوگ ساحل پر یا ساحل کے نزدیک کچھ نہ پہنتے سوائے لنگوٹی کے اور نجدیوں سے زیادہ آرام پسند تھے۔ یہ ملک ان کے لئے زراعت کے ذریعے نجد سے زیادہ آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اور سمندر میں مچھلیاں بھی وافر مقدار میں تھیں اور یہی وجہ ہے کہ ماہی گیری بھی آمدنی کی اہم مد تھی۔

1924 میں عید برادران نے سعودیوں کے خلاف بغاوت کردی۔ یہ بغاوت فیصل نے تیزی سے اور آسانی سے کچل دی۔ عید برادران کو ایک دفعہ پھر ریاض بھیج دیا گیا

Marfat.com

اب ان کو کبھی واپس آنے کی اجازت نہ تھی۔ لوھیہ کی بندرگاہ پر برطانیہ کا نمائندہ مسلمان تھا اس نے رپورٹ کی کہ نوجوان ادریسی آگیا ہے اس کے ساتھ 400 اشخاص اور ایک چیف ایڈوائزر ہے جس کا نام قاضی علی عطائف ہے۔ اور اس کی عمر 20 سال' لیکن وہ آگے نہ بڑھے اور کوئی کارروائی نہیں کی۔

امین ریحانی نے اپنی کتاب "عرب کا ابن سعود" میں وہ منظر بیان کیا ہے جب فیصل 1924ء میں گو شمالی کرنے والی مہم کی سربراہی کے بعد دارالخلافہ میں واپس آیا ایک نوجوان ہیرو سلطان کا بیٹا' فیصل' تہامہ کے جلتے ہوئے میدانوں اور اثیر کے دھند آلود پہاڑیوں سے 700 میل کا فاصلہ طے کر کے 30 دن کے سفر کے بعد واپس آرہا تھا اسے پانچ ہزار مضبوط جوانوں پر مشتمل افواج کا کمانڈر بنا کر ابہاء بھیجا گیا تاکہ سرکوبی کرنے والی مہم کی سربراہی کرے۔ بغاوت کے پیچھے ایک سازش تھی جو شاہ حسین مکی کی طرف سے کی گئی تھی۔

جب فیصل نیزہ لئے گھوڑا دوڑاتا ہوا نظر ثانی والے مقام پر پہنچا جہاں اس کا 83 سالہ دادا عبدالرحمان بیٹھا تھا ریحانی نے دیکھا کہ یہ ایک کارآمد لڑکا ہے۔ وہ 18 سال کا تھا لیکن وہ اتنا تھکا ہوا اور متفکر نظر نہیں آتا تھا وہ خاموش اور باوقار دکھائی دیتا تھا وہ سواری سے اترا اس کے نانا نے اسے بار بار سینے سے لگایا۔ دوبارہ مہم کی قیادت کرنے کے لئے جس میں 400 گز کے فاصلے تک اوپر اور نیچے حملے تھے۔ جس میں نیزے اور تلواروں کے استعمال کے علاوہ اخوان کی جانب سے جنگی نعرے بھی شامل تھے۔

فیصل کی پارٹی کے بعد ابن سعود خود تشریف لائے وہ پچھلی رات اسے ملنے کے لئے سوار ہو کر باہر گئے' وہ واپس لوٹنے والے دستوں کا ان کے داخلے کے وقت ساتھ دینے سے اپنے آپ کو نہ روک سکے۔ کمانڈر انچیف کی حیثیت سے وہ اپنے سالار کو ملے اور ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ گھڑ سوار دستے کے پیچھے اونٹ سوار آئے یہ لہراتے ہوئے جھنڈوں کے ساتھ تھے لیکن فوج کا بہت سا حصہ پہلے ہی منتشر ہو چکا تھا کیوں کہ ریاض میں ان تمام کے رہنے کے لئے کوارٹر ناکافی تھے یا اس لئے کہ ان کے گھر کا راستہ دوسری جانب تھا۔

دو سال بعد 1926ء میں ایک سعودی حفاظتی کمان قائم ہوئی۔ یہ ادریسی اور اثیر

Marfat.com

کے ملکوں کی حفاظت پر متعین تھی اور 1930ء میں اسے ابن سعود کے مقبوضات میں شامل کرلیا گیا ادریسی کے ملک کی ساحلی پٹی زیادہ سے زیادہ تقریباً" تین سو میل لمبی تھی یہ حدیدا سے شمال کی طرف تھی اور اندرون ملک تقریباً" ستر میل پر محیط تھی۔

دس سال بعد 1926ء میں فیصل کو ایک دفعہ پھر میدان حرب میں اترنا پڑا ایک فوج کی کمان کے لئے جس نے اثیر میں سے گزر کر یمن میں داخل ہونا تھا اگرچہ دونوں فوجی اقدامات کے درمیان بہت کچھ ہوا۔ یہاں دوسرے حملے کے بارے میں بیان کرنا آسان ہے۔ جب سے ابن سعود نے ادریسی کے ملک اثیر پر 1930ء میں قبضہ کیا تھا امام یمن اس بات پر مصر تھا کہ یہ ایک لحاظ سے کسی کی ملکیت نہیں۔ اس پر یمنی قبیلے بھی حملہ آور ہو سکتے تھے اور ادریسی کے اکا دکا غیر منظم دستے بھی حملہ کرسکتے تھے ابن سعود نے احتجاج کیا۔ نرم اور دھیمی بات چیت ہوتی رہی لیکن امام نے اپنے ارادے کی پختگی اپنی فوجوں کی طاقت اور سرعت جس سے وہ ان کی نقل و حمل کرسکتا تھا کا تخمینہ کم لگایا امام کے التوا کا لازمی نتیجہ جنگ تھا۔ جس کے لئے ابن سعود نے اپنا ہیڈکوارٹر طائف میں قائم کیا۔ مارچ کے آخری ہفتے میں اس کی فوج تین حصوں میں تین اطراف سے حرکت میں آئی پہلا دستہ فیصل کے زیر کمان ساحل کے ساتھ بڑھنے لگا اس کے مقاصد میں پہلے ہراد اور پھر حدیدا پر حملہ تھا۔ فوج کا دوسرا بڑا حصہ سعود کے زیر کمان تھا۔ اس نے نجران کی طرف پیش قدمی کی تیسرا مرکزی حصہ خالد ابن محمد کے ماتحت تھا۔ اس کو سعدا پر حملہ کرنے کا حکم تھا بہت تاخیر کر کے امام نے کہا کہ رک جاؤ تاکہ اس کے مشیر عبداللہ الوزیر اور ابن سعود کے درمیان طائف میں ملاقات ہوسکے۔ ابن سعود نے امام یمن کی ملاقات سے انکار کردیا جب تک امام غیر مشروط طور پر وہ شرائط نہ مان لے جن کا وہ پہلے ہی اعلان کر چکا ہے۔

سعود کے مشرقی دستوں نے جو نجران کے بڑے اور قدیم نخلستان پر قبضہ کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے اسے آسانی سے لے لیا۔

نو اپریل تک دور دراز کی حفاظتی چوکیاں جو ہراد کے قلعے کی حفاظت پر مامور تھیں فیصل نے لے لیں۔ المیدی ایک چھوٹی سی بندرگاہ تھی جہاں افریقہ کے ساحل سے غلام لا کر فروخت کئے جاتے تھے چار دن کے محاصرہ کے بعد 26 تاریخ کو قبضے میں کرلی گئی امدادی افواج جو میدی کے لئے تھیں گھات میں تھیں وہ اس تک پہنچنے سے

Marfat.com

قبل شکست کھا گئیں۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس پر حملے کے لئے پہلے دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ یمن کی سرحد کے سب سے زیادہ حساس حصہ کو اس طرح فیصل نے مجبور کیا کہ ہراد جو امام یمن کے ایک رشتہ دار عبدالرحمان ابن عباس کے پاس تھا چونکہ کٹ کے رہ گیا تھا اس پر 12 اپریل کو قبضہ ہو گیا دوسرے سعودی دستے الناشمی کے زیر کمان ابو عریش سے پیش قدمی کر رہے تھے انہوں نے ایک فوج جس کی کمان عبدالوہاب الادریسی کر رہا تھا جب کہ ابن سعود کے وفادار قبلیوں نے تعاون کیا اور امام کے وفادار قبیلوں پر حملہ کردیا۔

2 مئی تک فیصل کا دستہ جو تیزی سے آگے جارہا تھا حدیدا کی بندرگاہ میں داخل ہو گیا جب امام نے سنا اس نے صنعایں اپنے محل آپ کو میں بند کرلیا اور پیچیدہ ذرائع سے پیغام بھیجے کہ ابن سعود سے طائف میں عارضی جنگ بندی کا معاہدہ ہو اس دوران اور غیر ضروری طور پر ایک سیاسی پیغام رساں حاجی امین الحسینی یروشلم کے مفتی کا طائف میں پہنچا اس کے ساتھ مجاہد کبیر' بطل حریت' امیرا لبیان شکیب الارسلان تھے جنہوں نے پیشکش کی کہ میں امام اور ابن سعود کے درمیان بات چیت کرادیتا ہوں۔ قاہرہ کے بااختیار ذرائع اور مصری پریس نے رپورٹ دی کہ حاجی ان کے درمیان صلح کرانے آگیا ہے۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ حدیدا پہلے ہی فتح ہو چکا ہے اور یہ کہ فیصل کو لوگ خوش آمدید کہہ رہے ہیں اور صنعاء پر پیش قدمی کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

برطانوی جنگی جہاز حدیدا کے پار پہنچ گئے تھے کہ اگر 300 برطانوی رعایا کو جو زیادہ تر ہندوستانی تھے خطرہ نہ ہو۔ لیکن فیصل کے قبضہ میں اچھا بندوبست تھا اور کسی حفاظتی پارٹی کی ضرورت نہ تھی۔ " پینزانس " اور " انٹر پرائزز " کے کپتانوں کا سعودی شہزادے نے بڑی خوش اخلاقی سے استقبال کیا۔ جب وہ اس کو ملنے آئے اور انہوں نے رپورٹ کی کہ اس کے تمام اقدامات انتہائی موثر تھے اطالویوں نے دو چھوٹے بحری جہاز اور ایک مرچنٹ شپ بھیجا اور ساتھ ہی یہ بتا دیا گیا کہ مداخلت کی ضرورت نہیں ایک سو آدمی جہاز سے اتر گئے جس سے حدیدا میں بے چینی پیدا ہوئی۔ کیونکہ اطالوی حکومت کے بارے میں یہ یقین کیا جاتا تھا کہ وہ امام کے حق میں ہیں اور ابن سعود کے دشمن ہیں بارہ دن کے بعد یہ ہوا کہ جب یمنی سالار واپس چلا گیا اور اس نے پیچھے ہٹنے پر اصرار کیا تب جا کر کے وہ دوبارہ جہاز پر سوار ہوئے۔ بلاشبہ یہ

Marfat.com

فیصل تھا جس نے شکست خوردہ یمنیوں کو کہا کہ یہ اقدام کریں۔

عبداللہ الوزیر اور فیصل نے عارضی جنگ بندی کے معاہدہ کے لئے گفت و شنید کی جس کے بعد ایک صلح نامہ خالد ابن عبدالعزیز نے اور الوزیر نے ابن سعود کی شرائط پر کیا کہ مقبوضہ علاقوں کی سرحدوں پر بیس سال تک کوئی قلعہ بندیاں نہ ہوں۔ ادریسی خاندان کے تمام یرغمالی خاندان ابن سعود کو دیئے جائیں۔ تہامہ اور نجران کے صوبے ابن سعود کے حوالے کئے جائیں - جنگ کی قیمت کے برابر تاوان' تمام یمنیوں کی حفاظت کی ضمانت جو نجدی افواج میں جنگ کے دوران شامل ہو چکے ہیں یا ان کا رجحان نجدی فوجوں کی وفاداری کی طرف تھا امام ان شرائط کو عملی جامہ پہنانے میں اتنا سست تھا کہ 24 مئی کو ابن سعود نے دھمکی دی کہ وہ عداوتی کارروائیاں دوبارہ شروع کردے گا۔ جس پر امام نے ادریسی خاندان کے افراد کو گرفتار کر کے ابن سعود کے حوالے کردیا کیونکہ وہی تاخیر کی بڑی وجہ تھے۔

اس ثقہ صلح نامہ کی ایک کاپی امام نے عبداللہ الوزیر کے ہاتھ فیصل کو بھجوائی کہ اس کے حدیدا میں بروئے کار لانے کی تفصیلات تیار کریں۔ جون کے آخر میں جنگ ختم ہوئی امام کا سات ہفتوں کے دوران ایک لمحہ ایسا آیا کہ وہ تاج و تخت سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا گیا لیکن سعودی خاندان کی حمایت کے باعث وہ جب تک زندہ رہا حکمران رہا حتی کہ 1948ء میں اسے قتل کردیا گیا کچھ ساحلی دیہات کے باشندے اور لوھایہ بندرگاہ کے لوگ اور متعدد برطانوی ہندی حدیدا مقیم جو کہ بادبانی کشتیوں میں کامراں جزیرہ کی حفاظت کے لئے تھے بھاگ گئے بے ثمر اور لاحاصل سفر کرکے لوٹے فیصل کی فوج کا رویہ قابل تعریف تھا۔

فیصل کے بھائی سعود کی فوج نے اندرونی علاقے میں پہاڑوں میں کامیابی حاصل کی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ سعودی فوج نے منظم ٹینکوں اور بکتربند گاڑیوں سے حملہ کیا تھا - فوج اگرچہ جزوی طور پر اسلحہ سے لیس تھی فیصل کے آدمیوں نے موٹر گاڑیوں کا خوب فائدہ اٹھایا ایک سادہ قسم کی مسلح کار پیچھے ہٹتے ہوئے یمنیوں پر غلبہ پانے کے لئے استعمال کی گئی اور رسد کاٹنے کے لئے کے لئے ٹرک استعمال کئے گئے۔ کچھ آدمی جہازوں پر سوار ہو گئے دشمن کے پیچھے اترنے کے لئے ایک ناگہانی حملہ کیا جو کامیاب

Marfat.com

رہا۔

اگرچہ ابن سعود اشتعال انگیز یمنی امام یحیٰ کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے بہتر تیاری کر چکا تھا اس نے تمام کام بہت آسانی سے کیا حج سے آمدنی اور راس ٹیکس اس کے آمدنی کے ذرائع تھے۔ معلومات گاہے گاہے دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے معدنیاتی حقوق کے بارے بہ شمول تیل کے کیں لیکن جولائی 1933ء تک کوئی بات نہ بنی - اگرچہ وہ ان میں سے ایک پر رضامند ہونے کو تیار ہو تھا۔ سٹینڈرڈ آئل کمپنی لے فورنیا کی تھی اور کل رقم کی ادائیگی پر پرمٹ کی جانچ پڑتال جس میں 6500 پونڈ سونا شامل تھا ایک طلائی پونڈ 7 ڈالر کے برابر تھا۔ شاہ ضرورت مند تھا اسے کامیابی کی زیادہ امید نہ تھی۔ اور یہ کہ اس سے بہت زیادہ رقم مستقبل میں کبھی ہاتھ لگ سکے گی اس نے محسوس کیا کہ میں نے بہت اچھا کاروبار کیا ہے۔

اس طرح یہ غیر معمولی بات تھی کہ اس نے اتنی زیادہ جرات کی۔ جب کہ اس کے پاس ریزرو بہت کم تھا۔ وزیر مال عبداللہ سلیمان اب بھی یہ رجحان رکھتا تھا کہ تمام کی تمام رقم یعنی خزانہ اپنے گھر میں ایک سٹرانگ روم مضبوط کمرے میں رکھے۔ یا صندوقوں میں اپنے خیمے والے بستر کے نیچے رکھے یہ کیمپ ہیڈ ابتدائی طور پر اس مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جب سفر کرتے زیادہ سرمایہ انگریزی یا ترکی سکے میں تھا۔ ہندوستانی روپے یا چاندی میریا تھریسا ڈالرز' موخرالذکر اٹھارویں صدی میں ڈھالے گئے تھے۔ امام صاحب کی تاوان کی رقم کو پرتپاک انداز سے وصول کیا گیا محاذ سے واپسی پر فیصل کا زبردست استقبال کیا گیا ابن سعود اسے ملنے کے لئے بہت دور رانیا تک چلا گیا فیصل کی دو فوجی کارروائیو ں کے دوران بہت کچھ ہوا ایک جنوب میں اثیر میں سرکوبی کے لئے فوج کشی اور دوسری یمن میں فاتحانہ پیش قدمی دونوں تیز لڑائیاں تھیں۔ مسرت بخش امر یہ تھا کہ ان میں زیادہ اموات نہ ہوئیں وہاں فن صف آرائی اور انفرادی بہادری کام آئی۔

فیصل باپ کے اعتماد پر خوش ہوا۔ لیکن خبر اس کے بڑے بھائی سعود تک پہنچی۔ ابن سعود نے اس کو بتایا کہ تجھے نجد میں اس کا نائب بن کر رہنا ہے۔ سعود نے حسد اور سختی سے احتجاج کیا۔ اعزاز کا مقام یہاں نہیں ہے بلکہ جنگ میں بطور سالار کے

Marfat.com

ہے۔ آپ نے ہمیں صاف صاف کہنے کا سبق دیا تھا اور میں ایسا ہی کروں گا۔ میں اس پر قائم نہیں رہوں گا۔ اس نے اپنے باپ کو بتا دیا جس نے ان دونوں کو نہ بھیجا اور اس طرح معاملہ رفع دفع کر دیا۔

اخوان لڑنے کے لئے بگڑے جا رہے تھے شمال میں حسین کے بیٹوں کی سرحدیں ان کے لئے پر کشش تھیں۔ حتیٰ کہ برطانوی ہوائی جہاز اور مسلح گاڑی نے ان کا پیچھا کیا اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔ طائف کی طرف پیشقدمی جہاں حسین کا سب سے بڑا لڑکا ایک فوج کے ساتھ گرمیاں گذار رہا تھا' دوسری بات تھی جوں ہی ایک بڑی فوج سلطان ابن بجاد کے زیر کمان طائف کے سامنے ظاہر ہوئی تو علی اپنے آدمیوں کے ساتھ مکہ کی طرف پیچھے ہٹ گیا۔ اور قصبہ کو چھوڑ دیا تاکہ قبضہ ہو جائے۔ علی سمجھ دار تھا۔ خاموش اور حیادار اخوان جیسے جذبہ پرور لوگوں سے لڑنے والا انسان نہ تھا۔ وہ فتنہ انگیز اس وقت ہوتے جن کوئی سعودی ان پر کنٹرول کرنے والا نہ ہوتا۔ طائف کے باشندے قتل کر دئے گئے اور ان کے مکان لوٹ لئے گئے۔

ابن سعود ڈر سا گیا۔ اس نے سلطان ابن بجاد کو سخت ترین احکام بھیجے کہ اپنی پیشقدمی میں تاخیر نہ کرے اور مکہ میں اس طرح کے کسی تشدد کو روکے وہ اس بات پر بھی ناراض ہوا ہو گا کہ اس نے سعود کی بات مان لی ہے اور فیصل کو کمان کرنے کے لئے نہ بھیجا۔ اس نے جلد ہی اس کو بلا بھیجا کہ فوج کا ملاحظہ کرے اور کمک لے کر جائے۔ اس دوران لوگ مکہ سے جدہ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اور جو پیچھے رہ گئے وہ گروہ بنا کر حسین کے محل کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ اور مطالبہ کر رہے تھے کہ وہ اپنے بیٹے علی کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ جسے اس نے دیکھنے سے انکار کر دیا ہے اور جدہ بھیج دیا ہے۔ ضدی تھا آخر تک اس نے پس و پیش کی لیکن آخری لمحے اپنی موٹر کاریں جس کی مکہ میں اجازت تھی۔ لاد لیں۔ گھر والوں کے ساتھ اور خزانے کے ساتھ اور گاڑی چلا کر چلا گیا تاکہ جدہ میں اپنی کشتی پر عقبہ جانے کے لئے سوار ہو جائے بعد میں اس کو رضامند کیا گیا کہ عقبہ سے قبرص کو روانہ ہو جائے۔

ابن سعود اور فیصل حاجیوں کے لباس میں بطور حاجی بغیر لڑے مکہ میں داخل ہو سکتے تھے۔

Marfat.com

فیصل کو جدہ کا محاصرہ کرنے کو بھیجا گیا۔ اسے کہا گیا کہ بے قاعدہ بمباری کی جائے۔ لیکن اس پر حملہ کرنے کا ابھی حکم نہ تھا۔ محمد جو ایک چھوٹا لڑکا تھا اسے مدینہ کو فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ جو اس شرط پر زیر ہو گیا کہ اخوان کو اس میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور اس کی بندرگاہ ینبوع جس پر قبضہ کرنے پر کوئی مسئلہ پیش نہ آیا۔ جدہ حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی۔ یہ اہم فوجی پہلو نہ تھا۔ علی کے پاس فوجی سامان کی کچھ مقدار تھی اور افراد اور کچھ غیر ملکی مشیر تھے۔ لیکن غیر ملکی نمائندوں کے قلم اور مکہ سے آئے ہوئے پناہ گزینوں کی زبانیں لڑائی کا باعث بن گئیں۔ اس وجہ سے نقصانات کا ہونا لازمی ٹھہرا اور تباہی اور لوٹ مار خاص طور پر غیر ملکی جائیداد کی عمل میں لائی گئی۔

ابن سعود کی فیصل کو ہدایات واضح تھیں کہ حملہ میں پہل نہ کرنا۔ اس نے اپنا جنگی کیمپ مکہ اور مدینہ کے درمیان لگا لیا۔ تمام مسلم ملکوں کو دعوت نامے جاری کئے کہ وہ اپنے نمائندے بھیجیں۔ اور طے کریں کہ حجاز کا نظم و نسق کسی طرح چلایا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں اس کا ایک تیز و تلخ خیال تھا کہ اہل حدیث کی پشت پناہی سے وہ خود ہی کر لے گا لیکن اس نے اس کا پہلے پہل تو اشارہ نہ دیا۔ اس نے ریاض کی کانفرنس سے جو پیغام مسلم ملکوں کو بھیجا اس پر دستخط کرائے تاکہ وہ خود زیادہ ذاتی طور پر عدم دلچسپی والا اور غیر جانب دار نظر آئے وہ ایسا کرنے میں دانا تھا۔ اہل حدیث کو بطور حاجی مکہ آنے سے روک دیا گیا تھا اور کچھ فرقوں کی طرف سے شور بلند ہوا کہ وہابی وحشی ہیں اور مکہ کے پہرہ دار بنانے کے لئے قابل اعتماد نہیں انہوں نے طائف میں غیر فوجیوں کا قتل عام کیا تھا اور اس طرح جارڈن کی سرحدوں کے پار کیا اور یہ بھی الزام تھا کہ انہوں نے مقدس شہروں میں گنبد تباہ کئے تھے جدہ میں ان کا بہت خوف جاری و ساری تھا۔

چند مسلم وفود جو ابن سعود کے پاس مکہ میں آئے انہوں نے اپنا وقت جھگڑنے میں گزار دیا اور کسی متفقہ فیصلے پر نہیں پہنچے۔ اس لئے اس نے ایک اور پیغام مسلمانوں کو بھیجا اور وعدہ کیا کہ وہ مقدس سرزمین کو ان کے لئے بطور ٹرسٹ رکھے گا۔ وہ اس پر قائم رہے گا جب تک ملک کے لوگ اپنے لئے حکمران نہیں منتخب کر

Marfat.com

لیتے۔ وہ جانتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اس کے سوا کسی اور کو تجویز کرنے کی جسارت نہ کرے گا۔

جدہ کی بری حالت تھی۔ پانی کی بہت کمی تھی۔ نجدیوں نے اس پر اندھا دھند گولے برسائے تھے سمندرپار سے سامان رسد خریدنے کے لئے سرمایہ ختم ہو گیا تھا۔ جلد ہی پناہ گزینوں کے گروہ اور باشندوں میں قحط اور بیماری پھیل گئی۔ علی جو حجاز کا بادشاہ تھا اور حسین کا جانشین تھا اس کے پاس کے سوائے جدہ کے کوئی علاقہ نہ رہ گیا تھا فیصل کے اندر کے علاقہ کے 1925ء کے آخر میں حالات اس قدر خراب ہو گئے۔ کہ علی دست بردار ہونے کو تیار ہو گیا۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ فیصل حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس نے خیال کیا کہ اس طرح جانی اور مالی نقصان سے بچ جائیں گے۔ سال بعد محاصرہ ختم ہو گیا۔

وہ بصرہ کو جانے والے برطانوی جہاز پر سوار ہو گیا تاکہ اپنے چھوٹے بھائی فیصل شاہ عراق سے جا ملے اور وہاں بغداد میں چند سال بعد وفات پا گیا وہ ایک خوش طبع اور معزز آدمی تھا۔ ھاشمی خاندان' شرفاء مکہ کا آخری حکمران فرد' اس خاندان نے کم و بیش 1300 سال حکومت کی۔ آخر میں حسین کو ایک داؤ کے ذریعے مکہ اور حجاز سے کوئی گولی چلائے بغیر نکال دیا گیا تھا۔ لیکن سعودی حکومت کو ایک نئی اور مشکل مصیبت کاسامنا کرنا پڑا۔ فیصل سیکھنے کے لئے موجود تھا اور اس کا باپ فوری طور پر سامنے آنے والے مسائل کے حل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مسلم دنیا کی مقدس سر زمین کے حکمران کی حیثیت سے وہ ایسے علاقے کا منتظم تھا جہاں صحیح نظم و ضبط عرصہ سے کمزور تھا اور اس کا اختیارات ہاتھ میں لینے سے پہلے آخری چند ماہ میں کم سے کم وقت رہ گیا تھا۔

ابن سعود نے اپنے وفادار خدمتگاروں میں سے حافظ وھب کو مکہ میں عارضی منتظم اور نمائندہ بنایا اور دوسرا کام یہ کیا کہ ڈاکٹر عبد اللہ داملوجی کو جدہ میں اس کا لفٹیننٹ مقرر کیا۔ حافظ مصر کا تھا۔ وہ بحرین اور کویت سے ترکی جا رہا تھا۔ یہ 1914ء کا واقعہ ہے جب جنگ شروع ہونے والی تھی اور کویت میں رک گیا اس نے پکا ارادہ کیا کہ ابن سعود کے ساتھ شامل ہو جائے جس کے ساتھ اور پھر اس کے جانشینوں کے

Marfat.com

ساتھ اس نے 40 سال تک کام کیا تھا۔ لندن میں سفیر بن کر عبداللہ داملوجی جس کا نام اس نے موصل کے حکیم کو بتایا - اس نے ترکیہ میں تعلیم حاصل کی۔ بہت اچھی فرانسیسی اور انگریزی بولتا تھا۔ تقریباً" اسی وقت ابن سعود کے ساتھ شامل ہوگیا اور چیف سیکرٹری مقرر ہو گیا۔ خارجہ امور سے نپٹنا اس کا شعبہ تھا۔ 1926ء میں فیصل کے ساتھ "انگلستان" گیا تھا۔ بعد میں وہ واپس ہوا اور عراق کی حکومت میں ملازمت چاہتا تھا۔ 1965ء میں لندن گیا اس کا نائب فواد حمزا جو دروز تھا۔ وہ تقریباً" بالکل ٹھیک ٹھاک انگریزی بولتا تھا۔ اس کا جانشین بنا اور فیصل کے ماتحت خارجی امور کا قائمقام وزیر بن گیا۔ 1926ء میں ان ابتدائی ایام میں اور کوئی نہ ملتا تھا جس کو نجد اور حجاز کی سول سروس کے امور سپرد کئے جائیں۔ اگرچہ قائمقام یا سول گورنر جدہ، علی رضا اور کسٹم کے اہل کار وہی سابق رہے۔

فیصل کے جدہ پر قابض ہو جانے کے پندرہ دن بعد ابن سعود خود مکہ سے یہاں آیا۔ مدینہ گیٹ پر سرکردہ حضرات اور غیر ملکی نمائندوں سے مل کر جلدی سے اور چپکے سے جامع مسجد میں چلا گیا۔ اور وہاں پر وہ شاہ حجاز تسلیم کر لیا گیا۔ کوئی بگل نہ بجایا گیا کوئی رسم نہ ادا کی گئی۔ اپنی شخصیت کی وجہ سے مشہور عام شجاعت اور بلند قد سے سلطان اپنے ساتھیوں جن میں اس کا بیٹا فیصل، وھب، شیوخ سالاروں اور محافظوں میں سربر آوردہ لگتا تھا۔

مکہ میں حرم شریف کے اندر باب الصفا کے نزدیک وہی منظر پیش آیا۔ پھر وہ اپنے معمول کے نجدی عرب لباس میں تھے۔ اور بعد نماز مسجد کے صحن میں ایک اونچی جگہ دیکھ کر اس پر کھڑے ہو گئے تاکہ سرکردہ لوگ اور علماء آئیں ان کا ہاتھ چومنے اور رسمی حلف وفاداری کے چند کلمے کہنے کے لئے کہ وہ قرآن اور سنت نبوی پر عمل کریں گے۔ جب سرکردہ لوگوں نے آپ کو تسلیم کر لیا اور حرم شریف کا نسلی طور چابی بردار شعبی اور دوسرے معزز مکی لوگوں نے تسلیم کر لیا اس نے کعبہ کا رستہ لیا۔ طواف کی رسم ادا کی اور دعا کے بعد الحامدیہ میں ایک استقبالیہ پر روانہ ہو گئے۔ یہ سادگی عربوں اور اسلام کی روایت میں تھی۔ اور اس کے بیٹوں کے لئے ایک نمونہ بن گئی۔ تاہم ایک سو ایک توپوں کی سلامی مکہ کے قلعوں سے دی گئی۔ جس پر کچھ مکہ

Marfat.com

والوں نے آپس میں اعتراض کیا۔ ایلڈن رٹر جو اس دن موجود تھا۔ اپنی کتاب "عرب کے مقدس شہر" میں تنقید کرتا ہے۔ کہ حجازی جن سے وہ ملا جلا' پہلے پہل ابن سعود اور اس کے وہابیوں پر۔ تنقید کرتے تھے لیکن بات چیت کر کے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ حسین کی حکومت کے بعد جو تحفظ سعودیوں نے فراہم کیا ہے وہ شاندار اقدار کا حامل تھا۔

Eldon Rutter: The Holy cities of Arabia: London, 1928.

Marfat.com

6 الباب السادس

الملک الفیصل بطور وائسرائے اور وزیر خارجہ

حسین کے برعکس ابن سعود کا بطور نئے حکمران کے رویہ بالکل برعکس تھا۔ فیصل نے اس کا صبر اور رسائی سوالات و جوابات پر غور' اور جو مسائل اسے پیش آتے تھے ان پر چھان پھٹک اور اس کا اعتقاد یہ تمام باتیں ظاہر کرتی تھیں کہ اس کے اندر اسلام موجود ہے اور وہ ایسا شخص ہے کہ جو ارادہ کرتا ہے۔ اسے پورا کرتا ہے۔ اور یہی وہ چیزیں اسے ناقابل تسخیر بنا رہی تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ چاہتا تھا کہ کس طرح صبر سے دوسروں کی غلطیوں کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ اور انھیں اس کی نااتفاقی دکھائی جا سکتی ہے۔

جدہ پر قبضہ کے بعد پہلے حج کے موقع پر دوسری مسلم کانفرنس میں جو وفود آئے انھوں نے صرف بحث و مباحثہ ہی کیا اور صرف چند قابل قدر قرار دادیں منظور کیں۔ اور اب تک جو کچھ بھی کیا گیا تھا۔ اسی پر معترض ہی رہے۔ ابھی یہ کانفرنس جاری تھی کہ ایک ایسا واقعہ پیش آگیا جس میں ابن سعود اور فیصل کو ذاتی طور پر مداخلت کی ضرورت پڑی۔

مصری ہمیشہ کیطرح اپنے ساتھ محمل اور سالانہ تجدید شدہ غلاف کعبہ بھی لائے تھے جسے مصر (قاہرہ) سے بادشاہ نے الوداع کیا تھا۔ اس کے ساتھ سپاہی تھے اور بینڈ تھا۔ وہابیوں کے نزدیک موسیقی لغو تھی اور اسی وجہ سے مصریوں کو بینڈ بجانے سے منع کیا گیا تھا منیٰ کے مقام پر حاجیوں کے بڑے ہجوم کے درمیان کچھ مصری سگریٹ پیتے بھی دیکھے گئے۔ اور چونکہ ان کے درمیان بدنظمی تھی اس لئے مصری افسر نے بگل بجانے والے سے بگل بجانے کے لئے کہا تاکہ سارے مصری ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں وہابی اس پر بہت غصے ہوئے اور دھمکیاں دینے لگے۔ جب افسر نے انہیں ایک طرف ہٹ جانے کا کہا تو وہ اس پر پتھر برسانے لگے۔ اس نے ہوائی فائر کئے۔ وہابیوں کے پرواہ نہ کرنے کے باعث افسر نے مجمع پر فائرنگ کا حکم دیا اس سے چالیس اشخاص ڈھیر ہو گئے۔ کئی دیگر افراد اور گھوڑے زخمی ہو گئے۔ گولیوں کی آواز سن کر ابن سعود نے فیصل کو موقعہ پر بھیجا فیصل نے موقعہ دیکھا اور نزاکت کو بھانپتے ہوئے باپ کو بلا بھیجا۔ ابن سعود فوراً" گھوڑے پر

Marfat.com

سوار ہو کر فیصل کے پاس پہنچا۔ شاہ بے باکی سے دونوں پارٹیوں کے درمیان سوار ہو کر گیا۔ بلوائیوں کو اونٹ کی چھڑیوں سے مار مار کر پیچھے کیا اور فیصل اور حافظ وہب کو کنٹرول سونپ کر اپنے خیمے میں واپس آگیا۔ بعد میں اس نے مصر سے موعودہ رقم مانگی اور ان خاندانوں کے لئے جن کے آدمی مارے گئے تھے اور شدید زخمی ہوئے تھے معاوضہ طلب کیا۔

مسلم کانفرنس بغیر کسی خاطر خواہ نتیجے کے ختم ہو گئی سوائے ایک سبق کے کہ ابن سعود حجاز کا مالک ہے اور رہے گا۔

حجاز میں بہت کچھ کرنے کو تھا جب اس نے اس پر قبضہ کیا۔ بادشاہ نے زیادہ تر پہلے سال مکہ میں یا طائف میں گرمیاں کاٹنے میں گذار دیئے۔ نجدی حجاز کی آب و ہوا کو اس کی مرطوب گرمی سمیت ناپسند کرتے تھے۔ سوائے اس کے کہ سال میں صرف ایک ہفتہ رہ سکتے تھے۔ طائف بھی ان کو موافق نہ تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ بلندی پر تھا۔ لیکن اتنے زیادہ مسائل اور اتنے کم عملے کے ساتھ وہاں ٹھہرنے کے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔۔

سالانہ حج کے لئے تحفظ اہم ترین امور میں سے ایک تھا جس پر قابو پانا ضروری تھا۔ حادب قبیلہ کی روایت کے ذریعے حق رکھتا تھا کہ خشکی کے راستے آنے والے حاجیوں کے کارواں سے حفاظتی رقم لے کر خاص کر ان سے جو مصر اور دمشق سے آتے تھے وہ اکثر اس سے زیادہ کرتے تھے اور بھاری مطالبے کرتے تھے اگر ان کی رائے میں کافی رقم ادا نہیں ہوئی تو حملے کرتے تھے۔ جنگ سے صرف چند سال پہلے کی بات ہے قبائلی لوگوں نے کونسلر کور کے کچھ ارکان جو جدہ کی دیواروں سے باہر زمین پر بیٹھے تھے۔ ان پر بھی فائر کئے تھے۔ انہوں نے ہندوستانی وائس کونسل کو مار دیا تھا۔ اور روسی کونسل جنرل کا جبڑا توڑ دیا تھا۔ حسین نے ان کے کنٹرول کرنے کے لئے کچھ بھی نہ کیا تھا۔ ابن سعود نے اپنے اخوان کے ساتھ ان کو دکھا دیا کہ ان کے روایتی حقوق پرانے ہیں جیسے ہیں وہ اب خاتمے پر ہیں۔ سڑکیں حاجیوں کے لئے محفوظ بنائی گئی تھیں۔

سوداگروں پر حملے اور ان کے سامان لوٹنے والے لاپتہ ہو گئے۔ جب اخوان نے اصرار کیا کہ چوری پر ہاتھ کاٹ دینے کی سزا دی جائے تو جلد ہی اس کا اثر یہ ہوا کہ کارواں کا گرا ہوا بیگ وہاں ہی پڑا رہتا جہاں گرتا تھا۔ کوئی اسے اٹھانے کی جسارت نہ

Marfat.com

کرتا تھا۔ اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس کے اندر کیا کچھ ہے پاؤں سے ٹھوکر بھی نہ مارتا تھا بلکہ ایک وسیع چھوٹا سا دائرہ اس کے گرد لگا دیا جاتا یہ یقین کرنے کے لئے کہ کوئی بھی غلط ارادہ نہ کرے تیزی سے سر قلم کرنے کی سزا بر سر عام دینے سے مکہ میں بہت تعداد میں ہونے والی قتل کی وارداتوں کو تیزی سے گھٹا دیا اور اس طرح یہ مقامی طور پر افراد کھا جاتا ہے۔ فیصل خود سزاؤں کی تعمیل میں مدد کرتا تھا ایک کھڑکی میں بیٹھ کر ان کی نگرانی کرتا اور بعد میں سزا پر عملدر آمد کرنے والے ملازم منظوری سمجھنے کے الفاظ سناتا کہ ایک ناخوشگوار کام مکمل کیا جائے۔

نیز پولیس کی اصلاح کی گئی اور ایک طریقہ اور ایک دوسرا حکم نہ صرف بحال کیا جاتا بلکہ اتنا بہتر بنا دیا جاتا جتنا کہ قبل ازیں کبھی نہ ہوتا۔

مسلمانوں کے اخلاق سنوارنے کے لئے نیکی اور اخلاقیات کی ایک کمیٹی قائم تھی جس کی اپنی پولیس تھی۔ پانچ وقت کی نماز کو نظر انداز کرنا یا جمعہ کی نماز پر مسجد سے غیر حاضری کی شکایات پر زجر و توبیخ کی جاتی غلطی باقصور ثابت ہو جانے پر بید مارے جاتے جب تک کوئی معقول عذر نہ پیش کیا جاتا۔

مکہ میں تمام شہروں کی طرح ملی جلی آبادی تھی اور بہت سے نکل جانے والے یا عارضی طور پر آنے والے لوگوں کا رجحان عیاشی کی طرف ہوتا جسے ماضی میں زیادہ تر چیک نہیں کیا جاتا تھا۔ وہابیوں نے جلدی ہی اسے روک لیا اس میں ریاض سے بڑھ کر ذہنی زندگی تھی۔ شاعر ترقی کرتے تھے۔ فیصل اور سعودی شہزادوں شاعروں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ محبت کی نظمیں فلسفیانہ خیالات' جنگ میں بہادری کی تعریف یا پرانی جنگوں کی نظمیں حق میں تھیں بہت زیادہ کیونکہ وہابیوں نے راگ منع کر دیا تھا۔

بادشاہ کے فیصلے اکثر سلیمان علیہ السلام کے فیصلوں کی مانند ہوتے تھے۔ جب تمباکو نوشی منع کی گئی۔ سوداگروں کے تمباکو کے ذخیرے پکڑے گئے۔ اس نے انہیں اجازت دے دی کہ انہیں رکھیں پاس بشرطیکہ یہ مقامی استعمال کے لئے نہ بیچے جائیں۔ ان کو اجازت دے دی گئی کہ دوبارہ برآمد کریں۔ پیشتر اس سے کہ سب کچھ چلا جائے۔

بہت سال پہلے کی بات ہے کہ ایک غیر ملکی کھوجی نے کہا کہ مجھے وہابیوں نے اطلاع دی ہے کہ انہیں شک ہے کہ ابن سعود کیمپ میں گراموفون لگاتا ہے" یہ وضعی کہانی نہیں

Marfat.com

ہو سکتی۔ لیکن یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہابیوں کے نکتہ نگاہ میں خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ڈھیلا تھا۔ حقیقت میں وہ اپنے مذہبی امور پر حتی الامکان بہت توجہ دیتا تھا۔ لیکن وہ مذہبی جنون نہ رکھتا تھا۔ اور فیصل نے اس طریقے سے اس کے انداز کو اپنایا اور فائز بالمرام ہوا۔

جدہ میں ایک غیر ملکی معاشرہ تھا۔ سفارت خانے تھے اور سوداگر نیز چند ٹیکنیشن بھی تھے۔ پہلی دفعہ ابن سعود کے اپنے علاقے میں عیسائی رہنے لگے۔

ادھر تھوڑے سے جو عرب تھے سوائے کرنل گرے کے جسے فیصل نے کویت میں دیکھا تھا۔ اس کے پاس آئے۔ شیکسپیر سرپرسی کوکس جس نے اس کے ساتھ اجیر میں معاہدہ کیا اور سر گلبرٹ کلیٹن جس نے حجاز کی جنگ کے دوران معاہدے کئے تھے۔ یہ معاہدے حدہ اور باہرا واقع حجاز 1925ء میں ہوئے۔ اور بعد میں جدہ کا معاہدہ۔ جنگ عظیم میں ہوا۔ اس کے پاس نجد میں یا الحصا میں اس کے بعد مہمان آئے۔ تمام کے تمام برطانوی تھے۔ اور دس سے زیادہ نہ تھے۔ حتیٰ کہ جدہ فتح ہو گیا۔

فیصل کو پچاس کے لگ بھگ عیسائی باشندوں سے نبٹنا پڑتا تھا۔ اچانک 15 فروری 1926' کو روسی کونسل نے ابن سعود کو اطلاع دی کہ حکومت نے حجاز میں اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور میرے عہدے کو وزیر کا مرتبہ دے رہی ہے۔ یہ اس سے پہلے برطانوی حکومت یا کسی اور حکومت نے تسلیم نہ کیا تھا۔ کونسلر کی مقابلہ آرا عادات اور جدہ کی تباہ کن گرمی وہابیوں کے نجدی حکمران کو نہ بھاتی تھی۔ بادشاہ نے فیصل کے اپنا سیکرٹری آف سٹیٹ بنا دیا جو خارجہ امور کو طے کرانے پر مامور ہوتا ہے۔ فیصل مکہ میں رہتا تھا اور اکثر جدہ نہ جاتا تھا۔ جہاں سے عیسائیوں کو منع کیا گیا تھا۔ کہ وہ اندرونی علاقوں میں جائیں یا شہر کی دیواروں سے پرے 5 کلو میٹر کے فاصلے سے زیادہ دور نہ جائیں سوائے خصوصی اجازت کے اور بادشاہ کے مہیا کردہ حفاظتی دستہ کے لئے کبھی کبھی خارجہ سیکرٹریوں میں سے ایک ابن سعود کی ملازمت میں لیا گیا جدہ آتا اس کیطرف سے یا فیصل کی طرف سے۔ ان میں فواد حمزہ دروز' یا نجیب سلما جو بیروت کے نواح سے تھا۔ جو بعد میں کان کنی کے معاملات کو طے کرتا تھا۔ یہ لوگ جدہ آتے تھے اگرچہ ان کی آمدورفت باقاعدہ نہ تھی برطانیہ کے وزیروں میں سے ایک بہت زیادہ مزاحیہ طبعیت رکھنے والا آخری سالوں میں یہ کہتا ہوا سنا گیا کہ "جدہ میں تقریباً" ہر ملک کی نمائندگی ہے ماسوائے

Marfat.com

سعودی عرب کے" ان دنوں پر پیچھے نظر ڈال کر فیصل کہتا ہے کہ کہ بڑی مشکل یہ تھی کہ حسین نے تعلیم کی حوصلہ افزائی نہیں کی اور تھوڑا میدان ہے جس پر اہلکاروں کو لگایا جائے جب ایک Administrative انتظامی اور ایک خارجہ دفتر تعمیر کرنا ہے۔ حجاز کی لمبائی ایک ہزار میل اور چوڑائی 250 میل ہے۔ جس میں 2 نہایت اہم شہر مکہ اور مدینہ ہیں اور متعدد قبیلے اور بندرگاہیں ہیں یہ حیرانگی کی بات نہ تھی کہ فیصل اور اس کا تھوڑا عملہ بہت مصروف رہتے تھے کیونکہ انہوں نے غیر ملکی نمائندوں کے معاملات کی جانب تیزی سے توجہ دینی ہوتی ہے فیصل کو پہلے نرمی سمجھتے تھے کہ نجدی خیال کرتے۔ فیصل نے بتدریج اپنی شناخت کروائی۔ ساتھ ہی چونکہ لگاتار حجاز میں رہا۔ اس کے بھائی نجد میں پل کر جوان ہو رہے تھے۔ اپنے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ ان سے زیادہ حجازی ہے۔ اس وجہ سے اور مکمل بھائی نہ ہونے کی وجہ سے اگر چہ وہ ان میں سے تھا۔ وہ کچھ علیحدہ سا آدمی تھا۔

بادشاہ نے ارادہ کیا کہ فیصل کو بیرون ملک بھیجے کہ وہ بیرونی ممالک کی حکومتوں سے براہ راست رابطہ کرے۔ قدرے اس وجہ سے کہ فیصل بہت تندرست نہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے آب و ہوا کی تبدیلی چاہیے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ اپنے خیالات کی اب نمائندگی کرے۔ کہ وہ حجاز کا بادشاہ ہے۔ موسم خزاں 1926ء میں اس نے فیصل کو مغربی یورپ کے دورے پر بھیج دیا۔

اس کے جانے سے پہلے مکہ میں ایک مشاورتی کونسل تشکیل دی گئی۔ یہ بادشاہ کے حکم پر ہوا اور فیصل کو اس کا صدر مقرر کیا گیا۔ ضرورت پڑنے پر کاسٹنگ ووٹ بھی ڈالا جا سکتا تھا۔ یہ کونسل اس خیال سے بنائی گئی تھی کہ حجاز کے لوگوں کو گورنمنٹ میں حصہ لینے کا ذریعہ دیا جائے۔ اس میں آٹھ مقرر کردہ ارکان تھے جو آٹھ ووٹوں سے بنائے گئے۔ ان کی تقرریاں بادشاہ کی مرضی پر ہونی تھیں۔ جب تک وزیروں کی کونسل نہ بنے یہ گورنمنٹ کا بڑا اوزار تھی۔ گورنمنٹ کے ریگولیشنز ڈرافٹ کرنے کے لئے آخر کار وزارتی کونسل کی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ وزارتی کونسل عام طور پر ریاض میں بیٹھتی تھی جس کا سربراہ فیصل بطور وزیر اعظم بن گیا۔ لیکن تمام وقت حجاز میں وائسرائے تھا۔ وہ مشاورتی کونسل کا صدر تھا۔

Marfat.com

اگست 1926ء میں جب فیصل کا کشتیوں کا قافلہ رود باروں میں سے ہوتا ہوا گھونگوں کے بادبانوں کے درمیان سے جہاز کی طرف گیا جو اس کو انگلستان کی دوسری وزٹ کے لئے لے جانے کے لئے منتظر تھا۔ یہ اس کی اپنی بندرگاہ تھی جہاں سے وہ روانہ ہوا۔ اگرچہ اس کی صورت سادہ سی تھی۔ اس کا پہلا سمندر پار کا سفر 6 سال قبل بحرین سے شروع ہوا تھا۔ الحصا کے مشرقی ساحل پر ایک چوٹی سے لینڈنگ کی جگہ عبور کر کے پہنچا تھا۔

اس دفعہ پہنچنے پر انتظامات زیادہ صفائی سے کئے گئے تھے۔ پلائی ماؤتھ پہنچنے کے ایک ہفتہ کے اندر بادشاہ سلامت نے اسے دوپہر کا کھانا کلیر چز کے مقام پر دیا اور وہ جن سرکاری اہلکاروں اور سیاستدانوں سے ملاقاتیں کرتا تھا ان کا رویہ اس کے باپ کی حکومت سے بدلا ہوا تھا۔ نجد کا سلطان بادشاہ بن چکا تھا۔ مکہ پر کنٹرول کے باعث برطانیہ کے ساتھ رسمی تعلقات سے امید تھی کہ یہ نئے معاہدے میں معاہدے کا حصہ بن جاتا۔ ایک ریاست کا سربراہ جو حج کے باعث بارسوخ تھا اور غالباً" قابل احترام تھا اور جس کی سرحدیں طے کرنا نئے معاہدے کے ذریعے چاہئے تھا۔ برطانوی کمان کے علاقوں عراق اور ٹرانسجورڈن اور کویت اور معاہداتی ریاستیں جن کے برطانیہ کے خاص تعلقات ہیں۔ اگر یہ حالت نہ آتی ہمیشہ کے لئے رکنے کو کم از کم یہ ظاہر ہوا کہ اس نے کچھ وقت اور رہنا تھا اور اسے ریاست شمار کرنا چاہئے جو وہ کرے کوئی ایسے زیاد مستقل چیز نہیں جیسی مشرق میں عارضی۔ دفتر خارجہ کے مشرقی شعبہ کے اہلکاروں میں سے ایک نے کہا موقع پر ایک ریمارک۔ اس کے کچھ ساتھی غور کرنے لگے۔

سرکاری گفتگو منقطع ہو گئی۔ ایسے امور تک محدود رہی جیسے کہ لندن پر ایک ہوائی پرواز ہو۔ کر خبٹ پارک سٹڈ جانا ان عرب گھوڑوں کی نسل دیکھنے کے لئے جنہیں لیڈی این بینٹ اور اس کا خاوند نصف صدی قبل یہیں سے واپس لایا تھا۔ سعودی بہترین گھوڑے جو حائل میں باقی رہ گئے تھے ان کو ریاض لایا جائے۔ جیسا کہ فیصل کو معلوم تھا کہ جب 1921ء میں پانچ سال پہلے وہ لے گئے تھے۔ تین ہفتہ سے کم دورے کے بعد فیصل ہالینڈ کو روانہ ہوا۔ جہاں لیڈن یونیورسٹی کے عربی کے طلباء اور ہالینڈ کے مشرق بعید کے مسلم علاقوں کو ڈیل کرنے والے افسران اسے مل کر بہت خوش ہوئے۔

Marfat.com

دوسرے بیرون ملک دورے بعد میں ہوئے۔ 1933ء میں پیرس کا دورہ۔ پھر راستے میں لندن میں دس دن کے لئے قیام۔ جبکہ پولینڈ۔ روس اور ترکی کا سفر تھا۔ 1939ء میں فلسطین کانفرنس کے لئے لندن گئے۔ کل 13 لمبے اور سرکاری دورے کئے جن میں پانچ ہفتے کا دورہ امریکہ میں 1943ء کے دوران' اور ایک مشرق بعید کا اور نزدیک کے ملکوں کے دورے جو چھوٹے چھوٹے سفر تھے ان پر وہ نہیں گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران اور بعد میں اپنے سفروں میں اور یو این او کی طرف جانے والے وفد کے سربراہ کی حیثیت سے اس نے صدر روز ویلٹ آئزن ہاور' ٹرومین' کینڈی اور جانسن سے ملاقاتیں کیں۔ یہ تمام ملاقاتیں الملک الفیصل کے سربراہ مملکت بننے سے پہلے کی ہیں۔

ایام امن میں مکہ میں کافی تعداد حاجی وارد ہوتے تھے اور کثیر تعداد میں سربراہان ممالک اور سرکردہ زائرین آئے سب نے فیصل سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

Marfat.com

الجزء الثانی

Marfat.com

1: الباب الاول: فیصل کا امریکہ کا پہلا سفر

1935ء کے زمانہ تک سعودی عرب کے لوگوں کو صیہونی مسائل اور فلسطینیوں کے مسائل اور مصائب کا علم نہ تھا۔ اس زمانہ میں ایک بدوی شیخ نے پوچھا کہ

"فلسطین کے عرب کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں؟"

جب بدوی شیخ کو جواب دیا گیا کہ وہ زراعت پیشہ ہیں لیکن یہودیوں نے ان کی تمام اراضی ہتھیالی ہے تو شیخ صاحب کا قبائلی جذبہ بیدار نہ ہوا۔

ابن سعود اس کا خاندان اور عمال جو ارض مقدس میں رہ رہے تھے یہودیوں کے مسئلہ سے آگاہ تھے۔ بی بی سی نے عربی میں اپنا نشری پروگرام شروع کیا۔ ابن سعود اور اس کے بیٹے یہ پروگرام اور سننے کے بعد آئیں میں بحث تمحیص کرتے۔ نیز اپنے احباب سے بھی ان مسائل پر گفتگو کرتے۔

یروشلم کا مفتی حاجی امین الحسینی مذہبی کے علاوہ سیاسی شخصیت بھی رکھتا تھا۔ وہ خود اور اس کے زیر اثر لوگ اپنی بیویوں کو بھی صیہونی مسئلہ اور یہودیوں کے بیدار ہونے کی خبریں سنایا کرتے تھے۔

جب جنگ کے خطرات آکاش پر منڈلانے لگے تو برطانیہ کے لئے عربوں کا مسئلہ اور ان کا رویہ اس لئے اہمیت کا حامل بن گیا کہ نازی جرمنی سے ان گنت یہودی ترک وطن کے کر فلسطین آنے شروع ہو گئے۔ جب برطانوی وزیر میلکم میکڈونلڈ Macdonald Malcolm نے عرب جیوش کانفرنس کا انعقاد کیا کہ کس طرح یہود کی آباد کاری کے مسئلہ کا تصفیہ اور اس ضمن میں گفت و شنید کی جا سکے۔ اس کانفرنس کا انعقاد لنڈن میں 1939ء میں ہوا۔ عراق، سعودی عرب، فلسطین، مصر، یمن اور جورڈن پار کے عرب وفود فیصل کی زیر قیادت آئے تھے۔

میلکم میکڈونلڈ سے فیصل کی ملاقات 2 فروری کو ہوئی۔

پانچ یوم کے بعد سینٹ جیمز کے محل میں کانفرنس شروع ہوئی۔ نہ تو عرب اور نہ ہی یہودی ایک میز پر بیٹھ کر گفت و شنید کرنے کے متحمل تھے لہٰذا گفت و شنید برطانوی افسروں کے ذریعے سے پیغام رسانی کے ذریعہ سے ملی۔ تین ہفتے گذر جانے کے بعد بھی

Marfat.com

کانفرنس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ عرب یہودیوں کے جرمنی سے نکالے جانے کے حق میں نہ تھے۔

کانفرنس ماہ مارچ کو عین اسی روز اختتام پذیر ہوئی جس روز جرمنی کے چانسلر ہٹلر[1] نے چیکو سلوو یکیہ -Czecho-Slovakia پر حملہ کیا۔

ایک بے لاگ مصنف کرسٹوفر سائیکس اپنی کتاب "کراس روڈز ٹو اسرائیل" مطبوعہ لنڈن کے صفحہ 239 پر لکھتا ہے۔

برطانیہ نے عرب ریاستوں کے ساتھ اس وقت جھگڑا مول لیا جب یورپ خود اپنے آپ کو جنگ کے دہانے میں جھونک رہا تھا۔ یہ اس قدر حماقت ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

کانفرنس کے خاتمہ کے جلد ہی بعد برطانوی حکومت ہی جو قرطاس ابیض شائع کیا اس میں یہودی تارکین وطن کی تعداد 75 ہزار افراد تک محدود کر دی۔ اس سے یہودی بیخ پا ہو گئے۔ صیہونیوں سے اسے الحاد اور عہد شکنی سے تعبیر کیا۔ عربوں نے بھی انگریزوں کی نئی پالیسی سے اتفاق نہ کیا۔ جب عربوں کی نیشنل ڈیفینس پارٹی نے اس پالیسی کی جانب رجحان ظاہر کیا تو مفتی کے گروپ نے اس پارٹی کے ایک فرد کو تہ تیغ کر دیا۔ جنگ کے زمانہ میں فلسطین اور مصر نے برطانوی دستوں کے لئے ہوائی اڈہ فراہم کیا اس وقت کی ابن سعود کی غیر جانبداری مسلم دنیا میں بڑی قدرو منزلت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔

ابن سعود کے غیر ملکی مشیروں میں سے ایک جنگ کے آغاز سے کچھ عرصہ پہلے جرمنی گیا تاکہ وہ کم قیمت پر اسلحہ خرید سکے۔ اس مشیر کو پریڈ کا معائنہ کرایا گیا تو وہ بہت متاثر ہوا اس نے ابن سعود کو واپسی پر بتایا کہ جرمنی کی افواج فرانس اور برطانیہ سے کہیں برتر ہیں اور آپ نے جنگ کے زمانہ میں غیر جانبدار رہ کر بڑی دانشمندی، فطانت اور فراست کا ثبوت دیا ہے۔

---

[1] :- تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ ایم اشرف ہٹلر کی حیات معاشقہ مطبوعہ مکتبہ القریش لاہور۔

Marfat.com

جنگ کے متوقع نتائج کے متعلق ایک نو مسلم انگریز سینٹ جے فلبی کی رائے بھی یہی تھی جو جنگ کے آغاز کے دوران موسم سرما میں ابن سعود کو ملنے ریاض انتہائی خستہ حالی میں آیا۔ لڑائی کے شروع میں اسے برطانوی حکام نے عرب جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ یہ شخص ایک سیاح' کارٹوگرافر اور نمایاں حیثیت کا حامل سکالر تھا۔ اور ابن سعود کو پہلی جنگ عظیم (1914-1919ء) سے جانتا تھا۔ قیام انگلستان کے دوران مذکورہ بالا مسٹر سینٹ جیمز 27 ستمبر کو 1939ء کو اسرائیل کے ہونے والے صدر ڈاکٹر ویزمان کو ملا تھا اور اسے بتایا تھا کہ ابن سعود فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری پر رضامند ہو جائے گا۔ اگر اسے عربوں کے فلسطین سے انخلا کی تلافی کی خاطر بیس لاکھ پونڈ سٹرلنگ دیئے جائیں یہ سن کر ویزمان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ فوراً" چرچل کے پاس گیا اور کہنے لگا ایسے مقصد کے لئے امریکہ سے بڑی آسانی سے رقم جمع کی جا سکتی ہے۔ ونسٹن چرچل نے بعد ازاں ویزمان کو بتایا کہ اگر ابن سعود رضا مند ہو گیا تو ہم اسے "عرب دنیا کے سربراہوں کا سربراہ" دی باس آف باسزان دی عرب ورلڈ بنا دیں گے۔

•

مسٹر سینٹ جیمز فلبی Mr. St. J. Phil..by جلد سفر نہ کر سکا۔ اور نہ ہی وہ شاہ ابن سعود سے جلد مل سکا۔ 1940ء میں جب وہ سعودی عرب پہنچا تو شاہ ابن سعود ریاض کے قطبی جانب شہر الحتق میں کیمپ میں تھا۔ فلبی کو توقع تھی کہ شاہ سے دارالخلافہ پر ملے گا فلبی نے ویزمان کو بتایا کہ میں نے شاہ ابن سعود سے بات کی تھی۔ شاہ نے کہا تھا میں بعد میں جواب دوں گا تاہم مجھے یہ ابھی اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

اس موقع پر فیصل نے ریاض کا دورہ کیا۔ چند دن بعد بڑے شہزادوں کے صبح کے اجتماع میں جو کہ شاہ کے کمرے کے ساتھ والے کمرے میں ہوا تھا۔ جہاں یوسف یاسین بھی اپنی کرسی پر موجود تھا اس موقع پر وہ شاہ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ جس کے جواب میں فلبی نے کہا کہ اس کے پاس جو خبریں ہیں وہ سنجیدہ نوعیت کی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ چند دن بعد برطانیہ یہ جنگ ہار جائے گا۔ وہ اس کا اندازہ دنوں کے حساب سے لگا سکتے ہیں۔ کو مرچنٹ نیوی کی کشتیوں اور آدمیوں کے ڈوبنے کی اصل تعداد کا بھی علم تھا فلبی نے کہ کہ مرچنٹ نیوی جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ اور اس کے

Marfat.com

خاتمے سے انگلستان لاچار ہو جائے گا۔ اور چند ماہ سے زیادہ گذارا نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر شہزادوں کے باڈی گارڈ نے شاہ کی آمد کی اطلاع دی۔ شہزادوں کو علم تھا کہ فلبی اور شاہ کے درمیان کس موضوع پر بات ہو رہی ہے جب شاہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے چہرے کے تاثرات سے پتہ چل رہا تھا کہ اسے فلبی کی فراہم کردہ اطلاعات پر یقین نہیں ہے۔ جب ویزمان نے فلبی کی مزید اطلاعات کے متعلق پوچھا تو فلبی نے جواب دیا کہ "میرے خیال میں شاہ مجھ سے خشم ناک اور اس بات پر ناراض ہے کہ میں نے اس کو یاددھانی کرانے کے لئے یوسف یاسین کو کیوں کہا۔ فلبی نے نزدیک اگر شاہ کی ناراضگی کی وجہ یہی تھی تو وہ شاہ سے کسی وقت بھی ملاقات کر کے صفائی پیش کر سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔

کچھ عرصہ بعد فلبی نے بحرین اور انڈیا سے ہوتی ہوئے امریکہ کے سفر کا ارادہ کیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اسے ان مقامات پر لیکچر دینے ہیں ابن سعود نے اس موقع پر بحرین کے حاکم کو تار بھیجا کہ "حاجی عبداللہ فلبی آج یہاں سے تمہاری طرف روانہ ہو رہا ہے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے اور جو کچھ کیا ہے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ پاگل ہے"۔

فلبی کو انڈیا پہنچنے پر روک کر واپس انگلستان بھیج دیا گیا جہاں اسے "وار ٹائم ایمرجنسی ریگولیشن کے رول 18" کے تحت معزول کر دیا گیا۔

حاجی عبداللہ فلبی جیسی عظیم شخصیت کا ذکر چند جملوں میں کرنا انصاف کے تقاضوں سے بعید ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ذہین ہونے کے باعث اس کی روزی ساتویں آسمان پر تھی۔ احمقوں کو روزی آسانی سے مل جاتی ہے جیسا کہ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے {

"کیمیا گر مردہ اندر رنج و غم
ابلہ در خرابہ یافتہ گنج"

فلبی جلد رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گیا تھا۔ وہ اپنے افسران بالا سے ہمیشہ برسر پیکار رہا کیونکہ اتھارٹی اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ شاہ سعود سے برسر پیکار ہوا۔ جب شاہ نے سنا کہ دہران کے آئل کیمپ میں فلبی

Marfat.com

نے اس کے خلاف تقریر کی ہے تو اپنے مشیر حافظ وہب کو دہران بھیجا جب تحقیق و تدقیق کے دوران اسے بتایا گیا کہ فلبی ہر چیز اور ہر شخص کے خلاف بولتا ہے۔ حافظ وہب کی رپورٹ سے پہلے ہی شاہ نے فلبی کو دیس نکالا دے دیا تھا۔ اور اب فلبی نے امریکن اور غیر ملکی پریس میں شاہ کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ اس کے باوجود شاہ نے کہا کہ اگر فلبی معذرت طلب کرے تو میں اسے عرب واپس لینے پر آمادہ ہوں۔ فلبی نے سعود کو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں سعود کے والد کی خدمت کا ذکر تھا یہ معذرت نامہ تو نہ تھا تاہم شاہ نے فلبی کو معاف کر دیا اور اسے المملکۃ السعودیہ العربیہ واپس آنے کی اجازت دے دی۔

1940ء کا موسم سرما جنگ کے بعد پہلا زمستان کا موسم تھا۔ اس موسم نے عربوں پر اپنے اثرات دکھانے شروع کئے۔ بدو چیتھڑوں میں دکھائی دیتے تھے کیونکہ ان میں پارچات کی قوت خرید نہ تھی۔ منڈیوں میں پارچات کی کمی کے علاوہ آٹے' چاول اور اغذیہ کی بھی کمی تھی۔

حاجیوں کی آمد نہ ہونے کے باعث آمدنی محدود ہو گئی۔ اس بناء پر شاہ ابن سعود نے برطانیہ سے سٹرلنگ میں قرض کی درخواست کی۔

1940ء کے حج کے ایام میں شاہ سعود اپنے قیامگاہ واقع منا میں تھا فیصل وزیر خارجہ کی حیثیت سے قریب ہی خیموں میں تھا۔ جرمنی کا وزیر ڈاکٹر گروبا جو عراق میں خدمات سر انجام دے رہا تھا ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اس نے درخواست کی کہ آپ اپنی غیر جانبداری کی پالیسی کی بناء پر جرمن وفد کو جدہ میں آنے کی اجازت دیں شاہ نے بذریعہ ڈرافٹ ڈاکٹر کی استدعا پوری کی لیکن ساتھ ہی شرط عائد کی کہ سپلائی کی گارنٹی دی جائے۔

گروبا نے جنگ کے آغاز کے زمانہ میں چار سیاح سعودی عرب کی سرحد پر بھیجے لیکن جب شاہ ابن سعود کو ان کی آمد کا علم ہوا تو شاہ نے ان کو واپس چلے جانے کا حکم دیا۔

گرو با عراق میں بڑی جانفشانی سے مصروف عمل تھا۔ 1991ء کے موسم گرما میں راشد علی کی بغاوت زوروں پر تھی۔ باغیوں کو جب قدرے کامیابی حاصل ہوئی تو

Marfat.com

انہوں نے جرمنی سے فوجی امداد طلب کی۔ انہیں فضائی فوجی امداد دی بھی گئی۔ انہوں نے ایک وزیر ابن سعود کے پاس بھیجا تاکہ اپنے منصوبے کی تفصیل بیان کر کے شاہ سے امداد طلب کرے۔ شاہ نے انہیں سختی سے واپس کر دیا وہ منہ بسور کر واپس چلے گئے۔ اگلے ماہ برطانیہ نے عراق میں امن قائم کر کے اپنا ریجنٹ بحال کیا۔

اگرچہ ابن سعود کے خزانے میں مال و دولت کی کمی تھی یہ کمی تیل کے موجودہ ذخائر سے اور مزید کنوؤں کی کھدائی سے دور کی جا سکتی تھی۔ جولائی 1933ء میں شاہ نے جو مراعات کیلے فورنیا کی سٹینڈرڈ آئل کمپنی کو دے رکھی تھیں۔ 16 اکتوبر 1938ء کو ڈبلیو۔ جے لیناہن نے یہ انکشاف کیا کہ مشرقی ساحل پر واقع راس تنور میں اس قدر تیل ہے کہ اسے تجارتی بنیادوں پر بیچ کر کافی زر مبادلہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

شاہ ابن سعود کے پیش نظر پانی کی فراہمی تھی۔ جسے وہ عوام کے لئے پٹرول سے زیادہ اہم خیال کرتا تھا۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ ماہرین ارضیات ر جیالوجسٹس کو پانی کی تلاش کرنی چاہئے۔ شاہ سات ماہ بعد راس تنور گیا تاکہ تیل کی باہر کی ممالک کو ترسیل کا امکانات کا معائنہ کر سکے اگرچہ بعض سوانح نگار معترض ہیں کہ شاہ نے تیل کی بجائے پانی کی اہمیت پر زور دے کر غلطی کا ارتکاب کیا انہیں یہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ:

"رموز مملکت خویش شاہاں بد انند"

جنگ میں فتح اور بارش برسنے کے بعد موسم خوشگوار ہونے کے باعث شاہ ابن سعود اور شہزادے اونٹوں کی پشت پر سفر کرتے ہوئے حدی خوانی کرتے اور تالیاں بجاتے رہے۔

یکم مئی 1939ء کو جب پہلی مرتبہ تیل غیر ممالک کو بھیجا گیا تو پتہ چلا کہ تیل کا سب سے بڑا ذخیرہ شاہ ابن سعود کے پاس ہے۔ اتحادیوں نے بلاوجہ تیل کی ترسیل کی مقدار پر پابندی عائد کرنے کی کوشش کی لیکن امریکہ کے ٹانگ اڑانے کے باعث برطانیہ کو جرات نہ ہوئی۔

آرمکو Aramco The Arabian American Oil Company کو شاندار

Marfat.com

کامیابی حاصل ہوئی اگرچہ اس کی واحد حریف کمپنی عراق کی پیٹرولیم کمپنی تھی۔ فلبی نے امریکنوں کے لئے مراعات حاصل کرنے میں گفت و شنید میں بڑی مدد کی تھی۔ شاہ کے بھائی عبداللہ بن عبد الرحمٰن کے بیان کے مطابق شاہ ابن سعود یہی مراعات برطانوی آئل کمپنی کو دینا چاہتا تھا لیکن برطانیہ کی الٹی سیدھی شرائط کی بنا پر امداد قبول نہ کی۔ شاہ ابن سعود نے حاجی عبدالرحمٰن فلبی کے کہنے پر امریکہ کو تیل فراہم کرنا شروع کیا اور انہیں مراعات دیں۔

عراق پیٹرولیم کمپنی کے نمائندہ کو یہ نقصان پہنچا کہ اسے اس کی کمپنی نے صرف 200 پاؤنڈ فی مہینہ تیل کی تلاش کے دوران بعد میں 10,000 پاؤنڈ مالیت سونے کی شکل میں عنایت کرنے کی اجازت دی جس سے وہ 1950ء کے بعد سے 60 اور 70 ملین بیرل تیل سالانہ برآمد کرنے کا موقع حاصل کر سکے۔ مگر برطانیہ کے پاس یہ موقع بڑا اچھا تھا وہ قریب ترین بھی تھے یعنی خلیج فارس میں موجود تھے لیکن جس وقت داہران میں تیل کی دریافت ہوئی تو اس کے باوجود وہ ہچکچاتے ہی رہے امریکیوں نے جبل داہران ساحل سے اس وقت ہی دیکھ لیا تھا جب اس میں تیل پہلی بار دریافت ہوا تھا۔ اور وہ اسی وقت سے اس میں دلچسپی رکھتے تھے۔

جب یہ حق امریکیوں کو حاصل ہو گیا تو ملک سے روانگی کے وقت فلبی برطانوی وزیر کو الوداع کہنے کے لئے گیا وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح لطف سے اس نے برطانوی وزیر سے یہ کہا "میرا خیال ہے کہ آپ کو یہ پتہ چل گیا ہو گا کہ امریکی یہ چانس حاصل کر چکے ہیں" برطانوی وزیر مسٹر انڈریو ریان کا چہرہ یہ جملہ سن کر دیکھنے کے قابل تھا اس کے چہرے کے تغیرات بڑے واضح تھے جن میں غصہ اور مایوسی دونوں ملے جلے تھے۔

مارچ 1942ء میں امریکی حکومت نے جیمس ایس مور جونیئر کو معاملات کے انچارج کا عہدہ دے کر جدہ میں ایک سفارت خانہ کھولا۔ اس وقت تک قاہرہ میں امریکی وزیر سعودیہ کے معاملات کا بھی نگران تھا اور جدہ میں سفارت خانہ کھلنے کے چند سال بعد تک بھی وہی نگران رہا۔

مئی 1942ء میں امریکہ کا وزیر الیگزینڈر کرک ریاض آیا اور اس نے اس

Marfat.com

خواہش کا اظہار کیا کہ ولی عہد سعود امریکہ آئے۔ ایک سال گذرنے کے بعد سرکاری طور پر امریکہ سے دعوت نامہ جاری ہوا جس میں ولی عہد کی خواہش کے مطابق دیگر افراد کو بھی اجازت دی گئی جن کو وہ ساتھ لانا پسند کرے۔

جنگ عظیم کے باوجود شاہ ابن سعود نے شہزادہ فیصل اور خالد کو امریکہ جانے کا کہا اور ساتھ ہی امریکہ کے حکام اور ارباب اقتدار کو تحریری طور پر خط ارسال کیا کہ سعوی عرب میں اہم معاملات کی سر انجام دہی کی خاطر ولی عہد سعود کو نہیں بھیجا جا رہا۔ اس طرح شاہ ابن سعود کی نگاہ انتخاب امریکہ کے سفر کے لئے بھی فیصل پر پڑی جسے 23 سال قبل اسے انگلستان بھیجا گیا تھا۔

فیصل اور خالد کی معیت میں شیخ حافظ وہب تھا جو لندن سے واپسی پر انہیں خرطوم میں ملا۔ علاوہ ازیں فیصل سکریٹریٹ کا سربراہ عبد الرشید ابو الخیر نیز فیصل کا پرائیویٹ سیکرٹری اور باڈی گارڈ مرزوق جو سالہا سال کراما" کا تیین کی طرح فیصل کے ساتھ رہا آخری شخص خالد کا محافظ تھا۔ یہ پارٹی ستمبر1943ء کو وسطی افریقہ سے ہو کر امریکہ میں میامی پہنچی اور امریکی صدر کے نمائندے سے ملاقات کی۔

انہوں نے رات سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک اہلکار مسٹر چارلس سپروکس کے گھر گذاری۔ چارلس نے شہزادہ فیصل کی ذہانت کی بعد کی ایک تحریر میں تعریف کی ساتھ ہی تجسس کی داد دی کی۔ شہزادے نے تمام گھر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی نیز سوالات اس قسم کے کئے گئے جن سے شہزادے کی سیاسی بصیرت کی تعریف کرنی پڑتی ہے۔

واشنگٹن میں صدر روز ویلٹ Roosevelt نے اور مسٹر کور ڈیل ہل Hull Cordell میں مہمانوں کا استقبال کیا اور انہیں بلیر ہاؤس Blair House ٹھہرایا۔ شہزادہ فیصل نے صدر کو اپنے والد سعود کے ارسال کردہ تحائف پیش کئے جن میں سے ایک سنہری نیام والی جواہرات سے مرصع دستے والی تلوار تھی۔ جس پر زرکاری کا کام بھی کیا گیا تھا۔

شام کو صدر روز ویلٹ نے شہزادہ فیصل کے اعزاز میں چالیس اشخاص کے کھانے کا انتظام کیا۔ نائب صدر نے مہمانوں کی رہنمائی کی ان میں کابینہ' سینٹ اور کانگریس کے سینئر افسر شامل تھے۔ اس محفل میں یہ بھی طے پایا کہ واپسی سے قبل

Marfat.com

شہزادے کی صدر سے ایک اور ملاقات ہو گی۔ 10نومبر 1942ء کو شہزادے کی واپسی تھی اس سے ایک روز 9 نومبر کو ملاقات کا وعدہ بڑے تشکر کے ساتھ کیا گیا۔

پارٹی کے افراد دن رات نیو یارک کی سیر کرتے رہے۔ دیگر مقامات کے علاوہ انہوں نے سٹاک ایکس چینج' بڑے بڑے ۔بنیک' دنیا کی سب سے اونچی عمارت ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ دیکھی اس کی چھت پر جا کر نیو یارک کا نظارہ کیا۔ کئی تفریحی مقامات اور مارکیٹیں دیکھیں۔ فیصل کی عمر ابھی تیس برس سے کم تھی۔ نیو یارک میں ان کا قیام چھ روز رہا اور ان کے ساتھ آرامکو کا سینئر ممبر مسٹر گیری اوون تھا۔

نیویارک سے یہ لوگ لاس اینجلس اور سان فرانسکو گئے۔ دونوں مقامات پر ایک ایک ہفتہ قیام کیا۔ ان شہروں کے دورے کا اہتمام ٹیکساس اور سٹینڈرڈ آئل کمپنیوں نے کیا تھا۔ نیو میکسیکو میں گیلپ Gallup کے قریب ایک شیپ فارم' اور ایری زونا میں ایک جنگل بھی انہیں دکھایا گیا۔

انہیں ایک تمرستان یعنی کھجوروں کے باغ میں لے جایا گیا۔ جہاں سٹینڈرڈ آئل کمپنی کی ریفائنری تھی۔ ہالی وڈ کے سٹوڈیو میں بھی لے جایا گیا۔ پرنسٹن میں تاریخ کے شہرہ آفاق پروفیسر اور "دی عربز" کے مصنف حتی سے ملاقات کرائی گئی۔ کئی آبپاشی کی سکیمیں اور بند دکھائے گئے۔

واپسی پر واشنگٹن میں فیصل کی ملاقات مسٹر سٹے ٹینیس Stettinius سے ہوئی جو سٹیٹس کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ نیز اسسٹنٹ سیکرٹیری ایڈولف اے برلے جونیئر Adolf A. Berle Junior بھی وہیں موجود تھا۔ سب کے درمیان سیاسی موضوعات اور مالی امور مثلاً" چاندی کے سکے کے جاری کئے جانے پر گفت و شنید ہوتی رہی۔ ان انگریزوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہزادہ فیصل سے دہران میں کیلیفورنیا عربین سٹینڈرڈ آئل کمپنی کی ریفائنری بنانے کی اجازت لے لی۔

واشنگٹن میں صدر امریکہ الوداع کہنے کے بعد شہزادہ فیصل پھر نیویارک آیا 17 نومبر کو بالٹی مور نیول اکیڈمی کا معاینہ کیا۔ تین روز بعد برطانوی اور ریز ایئر ویز کے کلپر کے ذریعہ کچھ دیر برموڈا میں قیام کرنے کے بعد راہی انگلستان ہوا۔ امریکہ میں قیام کے دوران شہزادہ فیصل انگریزی روانی سے بولنے لگا تھا۔ واشنگٹن میں ایک

Marfat.com

خاتون نے شہزادے کی تعریف میں کہا:

"او! شہزادے میرا خیال ہے کہ آپ عربی لباس میں عجیب دکھائی دیتے ہیں"

شہزادے کے ترجمان علی علی رضا نے کہا۔ (1) "دین یو بٹ سی اس آن اور ہارسز ان دی ڈیزرٹ"۔

شہزادہ خوبصورت انداز سے مسکرا دیا۔۔

Marfat.com

الباب الثانی

انگلستان کی جنگ کے دوران، فلسطین کے معاملے پر کوتاہی اور روس کے ساتھ تعلقات

امریکہ سے ایک پارٹی 17 نومبر کو انگلستان پہنچی جہاں اسے ڈور چیسٹر ہوٹل میں ٹھہرایا گیا یہاں انہیں بری فوج کے بہت سارے یونٹ دکھائے گئے اور ان یونٹوں میں انہوں نے جدید اسلحہ دیکھا۔ بحری فوج کی ایک آبدوز بھی دکھائی گئی۔ اس آبدوز نے جنگ کے دوران دشمن کے بہت سارے جہاز ڈبوئے تھے اور انہی خدمات کے صلے میں اس کے کمانڈر کو "وکٹوریہ کراس" عنایت کیا گیا تھا۔ اس کمانڈر نے انہیں فخر سے ایک اونی سویٹر بھی دکھایا جو اسے مسٹر چرچل نے اپنے ہاتھ سے بن کر تحفے میں دیا تھا۔

•

ہوائی فوج نے انھیں بمبار طیارے دکھانے کا بندوبست کیا یہ وہ بمبار طیارے تھے جنھوں نے کچھ دیر بعد برلن پر بم برسانے تھے۔ جہاز کے پائلٹ اور عملے کے دوسرے اراکین نے انھیں حملے کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ کس طرح بم گرائے جائیں گے۔ شہزادوں سے التماس کیا گیا تھا کہ وہ جہاز کے عملے کو نہ تو خوش قسمتی کی دعا دیں اور نہ ہی صحیح و سلامت واپسی کی کیونکہ ایسا کرنا بدقسمتی سمجھا جاتا تھا۔ شہزادوں نے سٹیشن کمانڈر سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ جان سکیں کہ جس جہاز میں وہ داخل ہوئے تھے وہ صحیح و سلامت واپس پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ اس پر کمانڈر نے کہا ہاں ایسا ہو سکتا ہے اور جب وہ واپس ہوٹل پہنچے تو وہاں یہ پیغام موجود تھا کہ جہاز واپس انگلستان پہنچ چکا ہے۔ لندن وہ بڑی دیر سے پہنچے اس کی وجہ یہ تھی کہ راستے میں دھند بڑی زیادہ تھی اور اگر ان کے ساتھ ملٹری پولیس کے دو موٹر سائیکل جو انھیں راستہ دکھا رہے تھے نہ ہوتے تو بہت مشکل پیش آتی۔

جنوبی لندن میں ایک جگہ پر بموں کے پھٹنے کا شور تھا جب ایک بم قریب ہی پھٹا

Marfat.com

تو ملٹری پولیس والے نے آکر ان سے پوھا کہ اگر وہ پناہ گاہ میں جانا چاہیں تو وہ نزدیک ہی ہے۔ اس پر دونوں شہزادوں نے کہا کہ نہیں ہمیں اپنے خدا پر بھروسہ ہے اور ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ کافی دیر بعد وہ بحفاظت ہوٹل میں پہنچ گئے۔

شہزادہ فیصل جسے کہ بادشاہ بننا تھا اور شہزادہ خالد جس نے ولی عہد ہونا تھا۔ انھوں نے اگرچہ تھوڑا سا تجربہ کیا تھا مگر یہ ان کے لئے کافی تھا کہ وہ سمجھ سکیں کہ لندن کے لوگوں کو بمباری کے دوران کن حالات سے گزرنا پڑا تھا۔

یہاں اپنے تین ہفتے کے قیام کے دوران میں انہوں نے لندن اور اس کے مضافات میں پھر کر بمباری کے ہولناک نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ انھوں نے وہ گڑھے بھی دیکھے جہاں لوگ اپنے گھروں سمیت دفن ہو گئے تھے۔ اور ان لوگوں کے دن اور رات بھی دیکھے جنھیں بلیک آؤٹ اور دوسری جنگی احتیاطی تدابیر سے وقت گزارنا تھا۔ شہزادے ان لوگوں کے حوصلوں اور مقصدیت سے بھی واقف ہوئے۔

شہزادے 10 ڈاؤننگ سٹریٹ میں بھی گئے تاکہ وہ ونسٹن چرچل کی خدمت میں جواہرات سے مرصع دستے اور سونے کی نیام والا وہ خنجر پیش کر سکیں جو ان کے والد نے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ چرچل چونکہ لندن میں موجود نہیں تھا اس لئے مسز چرچل نے ان سے وزیر اعظم کی جگہ ملاقات کی اور یہ ملاقات کابینہ کے اس کمرے میں انجام پائی جس میں اہم جنگی فیصلے ہوا کرتے تھے۔

جانے سے پہلے وہ بادشاہ سے ملاقات کے لئے بکنگھم پیلس گئے جنگ کے دوران اس محل پر بھی بمباری ہو چکی تھی۔ یہ بادشاہ کی دوسری جنگ تھی جیسا کہ اس نے خود فیصل کو دو سال بعد ایک اور ملاقات پر بتایا۔ "پہلی جنگ کے دوران میں بحریہ میں تھا۔ جیسا کہ تم جانتے ہو جبکہ دوسری جنگ کے دوران میرے پاس کرنے کے لئے بہت کچھ تھا" نرم کلمات کے ساتھ جو کہ فیصل خود استعمال کیا کرتا تھا۔

پھر پارٹی جبرالٹر اور الجزائر کے راستے واپس سعودیہ پہنچی۔ جہاں ان کی ملاقات جنرل دیگال سے ہوئی' تیونس میں ایک رات ان کے ساتھ ٹھہرے اور ایک رات تریپولی میں گزاری۔ ساتھ ہی چند دن مصر میں بھی قیام کیا۔ واپسی پر شہزادے کے ساتھ تین ماہ کے ناقابل فراموش تجربات تھے۔

Marfat.com

ایک سال بعد یعنی 1944ء میں ابن سعود کو صدر روز ویلٹ نے مدعو کیا جب وہ اور ونسٹن چرچل مالٹا کانفرنس سے واپس آ رہے تھے انہیں سویز کینال میں ایک امریکی بحری بیڑے پر ملاقات کرنی تھی۔ یہ ابن سعود کی زندگی میں دوسری دفعہ تھی جب کہ وہ سعودیہ سے باہر آیا۔ پہلی بار 18-1914ء کی جنگ کے دوران وہ موقع تھا جب اسے عراق میں برطانوی افواج کا دورہ کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔

بادشاہ کی ٹانگ میں تکلیف تھی جس کی وجہ وہ جنگ کے دوران کھائے ہوئے زخم کو بتاتا تھا اسے صدر نے وہیل چیئر تحفے میں دی اور سیاسی ضمانت جس نے اسے سکون دیا۔ جیسا کہ وہ پہلے بھی جانتا تھا اور عرب لیگ کے سیکرٹری عبدالرحمٰن عزام کے مطابق صدر نے کہا تھا کہ وہ عربوں کے خلاف یہودیوں کی حمایت نہیں کرے گا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ عرب امریکی دوستی کو مد نظر رکھ کر قدم اٹھائے گا۔ واپسی پر صدر نے کہا کہ ابن سعود کے ساتھ بات چیت سے جتنا اسے عرب یہودی مسئلے کے سلسلے میں پتہ چلا ہے اتنا خط و کتابت کے ذریعے ممکن نہ تھا۔ عربوں کو صدر روز ویلٹ کے رویے پر شبہ نہ تھا۔ اور اس نے اپنے رویئے کی یقین دہانی بادشاہ کے نام اپنے ایک ذاتی خط میں جو کہ اس نے فروری میں اپنی وفات سے چند دن پہلے لکھا تھا کرائی تھی کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کرے گا جو کہ عربوں کے خلاف ہو۔

صدر نے یہ وعدہ جو کہ اس نے خط میں کیا تھا۔ حکومت کی ایگزیکٹو برانچ کے سربراہ کے طور پر کیا تھا۔ جب وہ وفات پا گیا تو اس کے جانشین ہیری ایس ٹرومین نے نئی حکمت عملی اختیار کی۔ ابن سعود اور شہزادہ فیصل دنوں ہی صدر روز ویلٹ سے متاثر تھے اور ان کا خیال تھا کہ اگر روز ویلٹ چند دن اور زندہ رہتا تو امریکن پالیسی اس طرح تبدیل نہ ہوتی اور اس تبدیلی نے فیصل پر بڑا اثر کیا۔

1945ء میں شاہ فیصل سان فرانسکو میں سعودی عرب کے وفد کا سربراہ تھا۔ اس نے اقوام متحدہ کی مجلس میں جو تقریر کی اس میں اقوام متحدہ کی خدمات کو سراہا گیا نیز یہ تسلیم کیا گیا کہ یہ ادارہ دنیا کی خیر خواہی کے لئے ہے۔ نیز سابق صدر نے جن امور کا آغاز کروایا تھا۔ ان کا ذکر بھی فیصل نے اپنی تقریر میں اچھے انداز سے کیا۔ اس عمدہ تقریر کو بہت پسند کیا گیا۔ فیصل نے اقوام متحدہ کو اپنی امداد دینی جاری رکھی اگرچہ

Marfat.com

1947ء میں اور بعد ازاں 1963ء میں یمن میں ناصر کے مقابلے میں سعودی مفاد کو دھچکا لگا تھا۔

1947ء میں نیویارک میں فیصل کو وفد کے سربراہ کی حیثیت سے قبول کیا گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو وہ فلسطینی معاملات میں بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ قائدانہ صلاحیتوں کے علاوہ عربوں کا ایک اچھا نمائندہ تھا۔ سفیر جارج ویڈز ورتھ ایک عرب پسند شخص تھا جسے عرب اچھی طرح جانتے تھے وہ امریکی وفد کا مشرق وسطیٰ کے معاملات میں مشیر خاص تھا۔ عرب اس کی عزت اس لئے کرتے تھے کہ وہ عربوں کے نکتہ نظر پر ہمدردانہ نگاہ رکھتا تھا۔ ان تمام باتوں سے اور اس کے مذاکرات جو اسرائیلی حکام کے ساتھ ہوئے تھے۔ ان سے فیصل نے اندازہ لگایا کہ امریکی کسی صورت بھی یہودی ریاست کے قائم کرنے کی حمایت نہیں کریں گے۔ اور اس بات کی اس نے عرب وفد کو ذاتی طور پر یقین دہانی کرائی۔ لیکن جب ڈاکٹر ویز مان سے گفتگو کے بعد صدر ٹرومین نے اچانک اپنا فیصلہ بدلا تو اس کو فیصل نے نہ صرف عربوں کے مقصد کی شکست سمجھا بلکہ اپنی ذات پر بھی حملہ گردانا۔ جس طرح یہ سب کچھ ہوا تھا وہ ناقابل معافی تھا۔ ایک شخص جو ایسا کرسکتا تھا جیسا کہ صدر ٹرومین نے کیا تھا کہ اس کے متعلق یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ اس قدر حساس ہو گا کہ اس کے اثرات کا اندازہ لگا سکے۔ اس نے ایسے کوئی اثرات ظاہر ہی نہیں کئے اگرچہ وہ اس بات پر مضطرب تھا کہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو اس کی پالیسی کی اچانک تبدیلی کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر ویز مان اس سے یہ سمجھے گا کہ ٹرومین جھوٹا ہے۔

اس بات کا فیصل پر یہ اثر ہوا کہ اس کا امریکی انتظامیہ اور امریکی صدر پر سے اعتماد اٹھ گیا اور اس لئے اس نے بین الاقوامی معاملات سے کنارہ کشی کر لی۔ اس دھچکے سے عہدہ برآ ہونے میں اسے کافی وقت لگا۔ ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس نے اپنی بہترین کوشش کی تھی اور اسے کسی غلطی کے بغیر ان نتائج کو بھگتنا پڑا تھا۔ اس کی غلطی صرف یہ تھی کہ اس نے امریکی صدر اور انتظامیہ پر بھروسہ کیا تھا اس وجہ سے وہ پیچھے ہٹ گیا۔

روس کے سلسلے میں سعودی پالیسی اگرچہ پرتپاک نہ تھی لیکن یہ مستقل اہمیت کی

Marfat.com

حامل اور بڑی حد تک صحیح تھی۔

روس کے ادیب جب بھی سعودیہ کے متعلق کچھ تحریر کرتے ہیں تو اس بات کا ذکر ضرور کرتے ہیں کہ روس ہی وہ ملک ہے جس نے سب سے پہلے ابن سعود کو حجاز پر 1926ء کے قبضے کے وقت حکمران تسلیم کیا تھا۔ ان کے مطابق 1932ء میں فیصل نے سرکاری وفد کے سربراہ کی حیثیت سے ماسکو کا جو دورہ کیا تھا وہ بھی ان کی دوستی کا ثبوت ہے۔ شہزادے نے اپنے اس دورے کے دوران سٹالن اور مولونوف سے ملاقات بھی کی اور ان کی باتوں میں خاصی دلچسپی کا اظہار کیا' خصوصاً" ان کے اس رویے سے جو انھوں نے جنوب میں اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ اختیار کیا ہوا تھا۔ اور سولہ سال پہلے زار کے دور حکومت کی نسبت اب ان کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا تھا۔

اگرچہ زار کے دور حکومت کے بعد مکہ میں حج کے لئے آنے والے مسلمانوں کی تعداد کم ہو گئی تھی۔ مگر فیصل کے اس دورے کے بعد روس سے آنے والے حاجیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اگرچہ یہ تھوڑے عرصہ کے لئے ہوا تھا۔

1938ء میں شاہ ابن سعود نے روسی وفد کو جدہ میں آنے کی اجازت نہ دی اس پر روسی ادیبوں نے قدرے خشونت کا اظہار کیا اگر چہ متعدد ادیبوں کا رجحان طبع سعودیوں کی جانب تھا۔ روسی ادیبوں میں سے بعض بہت ذہین تھے اور انہوں نے ایسے امور بھانپ لئے تھے۔ جو دیگر مغربی ادیب نہ معلوم کر سکے تھے۔

مثلاً" ایک امر یہ تھا کہ شاہ ابن سعود ایک فیوڈل سٹیٹ معرض وجود میں لانا چاہتا ہے روسی ادیب کا نام آئی پی بلیا ژیف Belyayev ہے اور اس نے 1958ء میں "امریکن امپیلریلزم ان سعودی ار-بیا" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کروائی تھی۔ اس کتاب میں اس نے سعودی عرب کے اقتصادی' سماجی اور سیاسی حالات پر روشنی ڈالی ہے۔

دیگر ادباء نے سعودی عرب کی غیر جانبدار پالیسی اور اس کی بغداد پیکٹ کی مخالفت کی پالیسی کو سراہا ہے بعد ازاں 1958ء میں ادیبوں کے انداز میں قدرے تبدیلی رونما ہوئی۔ مسٹر ایس ڈینی لوف Danilov نے "بین الاقوامی معاملات نمبر 6" میں لکھا

Marfat.com

ہے کہ "شاہ فیصل کو بہت زیادہ اقتدار حاصل ہو رہا ہے۔ اور فیصل کے یو اے آر دوسری عرب ریاستوں اور مغرب کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں شاہ سعود سے نظریات قدرے مختلف ہیں" شاہ فیصل نے کہا کہ اس کا ملک غیر جانبداری کی پالیسی پر یقین رکھتا ہے اور ترقی کرنے کے لئے ان کے ملک کو سوشلسٹ ممالک کے ساتھ بھی تعلقات رکھنے ضروری ہیں۔ ان ممالک میں چین اور روس سر فہرست ہیں۔

بہرحال جب نومبر 1964ء میں فیصل شاہ بنا تو میکو یان نے اسے مبارکباد کا پیغام بھیجا اور "پراودا" کے قاہرہ کے نمائندہ نے لکھا کہ نیا شاہ اصلاحات کا حامی ہے۔ اور اس نے غیر جانبدار ممالک کی دوسری کانفرنس جو کہ قاہرہ میں منعقد ہوئی اس میں غیر ملکی ہوائی اڈوں کے ختم کرنے کی قرار داد پر دستخط کئے ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ " سعودی عرب میں دہران کے مقام پر بھی امریکی اڈے موجود ہیں"۔

Izvestia از نیستیا کے نمائندے نے دس دن سعودیہ میں گزارے شاہ فیصل نے اس سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ وہ اپنے تعلقات کو صرف مغرب تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہتا اور یہ کہ اس کو روس کے ساتھ تعلقات پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شاہ فیصل نے از نیستیا Izvestia کے نمائندے کو بتایا کہ وہ سعودی عرب کے تعلقات صرف یورپی ممالک کے ساتھ قائم رکھنے کے قائل نہیں ہیں نیز مزید کہا کہ سعودی لوگ روس کے خلاف کسی قسم کا تعصب یا بدگمانی نہیں رکھتے۔ نمائندے نے تعلیم اور صحت کے میدان میں اٹھائے گئے اقدامات کو سراہا۔ جناب فیصل کی عدلیہ کے بجٹ میں کمی کا ذکر بھی کیا۔ اور مزید بتایا کہ شاہی خاندان کے علاوہ متعدد افسروں کو اعلیٰ عہدوں پر خدمات سرانجام دینے کے مواقع دئے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

(3)الباب الثالث

1953ء میں شاہ ابن سعود کا سانحہ ارتحال اور رحلت سے قبل تین اہم اقدامات

شاہ ابن سعود نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں تین اہم اقدامات کا آغاز کیا تھا یہ اہم امور ہیں۔ ایک تو مدینۃ النبیؐ میں مسجد نبوی کی توسیع تھی جس کے متعلق ہمیں حدیث نبوی میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"

دوسرا اہم منصوبہ بدوؤں کو کاشتکاری اور زراعت کے کام میں مصروف رکھنا تھا یہ منصوبہ بھی کامیابی سے شروع کیا گیا۔

بارہ صدیاں قبل ولید بن عبد الملک کے عہد میں مدینہ طیبہ میں بارہ سو اجیر چودہ ماہر تعمیرات اور دو سو صنعت کار دن رات مرصع کاری کرتے رہے تھے اموی خلیفہ ولید کا کام مرور ایام ، آتش زدگی کے باعث نیز 1481ء کے بعد کا مصری قیت بے مملوک کے زمانے کا کروایا ہوا کچھ کام مرمت طلب تھا۔

1955ء میں شاہ فیصل مرحوم نے مسجد نبوی میں اس حد تک توسیع کروا دی تھی کہ ایک وقت میں تین ہزار حاجی ٹھہر سکتے تھے۔ یہ توسیع مسجد نبوی کے ارد گرد سات سو مکانات اور دکانات کو منہدم کروا کر عمل میں لائی گئی تھی بڑے قدیم گیٹ کے قریب کھدائی کرتے وقت عباسی خلفاء کے زمانے کے سو کے قریب طلائی سکے بھی ملے تھے۔

دوسرا منصوبہ پانی کی تلاش کا تھا۔ نجد میں کھدائی۔ کے دوران ایک قدیم جھیل دبی ہوئی دریافت ہوئی۔

شاہ ابن سعود و مرحوم کی تیسری خواہش یہ تھی کہ وہ اپنی اولاد کو جھگڑے سے بچانے کے لئے تخت نشینی کا تصفیہ اپنی زندگی میں کرنا چاہتے تھے یہ بھی شاہ کا قابل قدر اقدام تھا۔ شاہ ابن سعود نے 1945ء میں اپنے ایک مشیر سے اس امر کا ذکر کیا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گر پڑے تھے۔

Marfat.com

1947, 1945, 1943 اور 1948ء میں یورپ کے شاہ فیصل کے کئے گئے کامیاب دوروں سے شاہ فیصل نے اپنی صلاحیتوں کا سکہ شاہ ابن سعود کے ذہن پر ثبت کر دیا تھا۔ ان کے کردار ان کی صلاحیت اور ان کی قوت فیصلہ سے شاہ ابن سعود ان کی جانب زیادہ مائل ہو گئے تھے۔

شاہ فیصل میں کام کی لگن اور بے پناہ صلاحیت تھی لطف کی بات ہے کہ اسے کسی قسم کی ملک گیری اور حکمرانی کی ہوس نہیں تھی۔ شاہ ابن سعود نے ان کو ولی عہد قرار دے دیا تھا اگرچہ وہ اس امر کی مخالفت کرتے رہے تھے۔

ابن سعود کا سانحہ ارتحال 9 نومبر 1953ء کو 73 سال کی عمر میں طائف میں ہوا۔ یہاں ان کی ایک بیگم قیام پذیر تھیں وہ سوئے سوئے عارضہ قلب سے وفات پا گئے تھے۔ "اناللہ وانا الیہ راجعون" (2: البقرہ)

شاہ کی میت کے ایک جانب سو شہزادے اور دوسری طرف شاہ فیصل اورانکے بڑے بھائی کھڑے تھے۔ بڑے شہزادے نے فیصل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہم کتاب اور سنت نبویؐ پر بیعت کرتے ہیں"۔

ابن سعود مرحوم کے جسد کو بذریعہ طیارہ ریاض پہنچایا گیا اور مقابرات العود میں نجدی انداز سے جنازہ پڑھا گیا اور تدفین کی گئی۔

قبر پر کوئی قطبہ نہیں ہے۔ دو عام پتھر ہیں ایک سرہانے کی جانب اور ایک پاؤں کی طرف ہے ان کی قبر کے قریب ان کی چہیتی بہن نورا کا مقبرہ ہے اور نورا کے مقبرے کے ساتھ مرحومہ کے خاوند کی قبر ہے۔

Marfat.com

(4)

الباب الرابع: الملک الفیصل بحیثیت وزیر خارجہ

ابن سعود کے بعد 9 نومبر 1953ء کو سعود نے اپنی تخت نشینی کے بعد امارات اور وزیر اعظم کا عہدہ اپنے پاس رکھا اور اپنے بھائی فیصل کو حجاز کا عامل اور وزیر خارجہ مقرر کیا۔

ایک ہفتہ بعد فیصل سعودی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے نیو یارک روانہ ہوا۔ سودی عرب کے اخباروں کے مطابق راستے میں فیصل نے مصر کے صدر نجیب کی کوششوں کو سراہا اور یہ بھی کہا کہ دونوں ملکوں کے تعلقات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ فیصل نے یہ بیان بھی دیا کہ اگرچہ شاہ فاروق اس کا دوست ہے لیکن سیاست میں دوستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پچھلے سال موسم گرما سے لے کر اب تک برطانوی فوج سویز کینال پر گوریلا حملے کر رہی تھی تاکہ وہاں سے فوج کے کیمپ کو ہٹایا جا سکے۔ اسی اثنا میں جان فاسٹر ڈلس نے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا اور قاہرہ میں کچھ دیر قیام کیا۔ قاہرہ میں اس نے بیان دیا کہ وہ نجیب کو دوسری جنگ عظیم کے بعد کی سب سے اہم سیاسی شخصیت سمجھتا ہے۔ اس نے ذاتی طور پر بھی مصری حکام سے ملاقاتیں کیں اور ان سے اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ مصر اور برطانیہ کے تعلقات صرف اس صورت میں بہتر ہو سکتے ہیں کہ سویز کینال کے علاقے میں مصری برتری کو تسلیم کیا جائے اور وہاں سے برطانوی گوریلے ہٹا لئے جائیں۔ اس موقع پر جان فاسٹر ڈلس نے صدر نجیب کو ایک ریوالور بھی امریکی صدر کی طرف سے تحفے میں دیا۔ یہ ریوالور چاندی میں جڑا ہوا تھا اور اس پر یہ الفاظ درج تھے۔ "جنرل نجیب کی خدمت میں اس کے دوست آئزن ہاور کی طرف سے"۔

1954ء کے موسم بہار میں شاہ ابن سعود نے اپنا پہلا دورہ مصر کیا اور موسم گرما میں اسی سال جمال عبد الناصر بھی سعودی عرب آیا اور شاہ سے ملاقات کی اور حج کا مقدس فریضہ بھی سر انجام دیا مصر کے وزیر میجر صلاح سالم نے جون میں ریاض سے روانگی پر یہ اعلان کیا کہ شاہ سعود اور مصری حکام اس بات پر متفق ہیں کہ مغرب کے

Marfat.com

علاقے کے دفاع کے بارے میں جو معاہدے ہیں ان کی مخالفت نہ کی جائے۔

سعود نے جنوری 1955ء میں عرب وزراء کی قاہرہ میں کانفرنس کے دوران یہ اعلان کیا کہ سعودی عرب اس بات کا حامی نہیں ہے کہ عرب ممالک غیر جانبدار ممالک کے معاہدے کو قبول کریں۔ اسی سال اکتوبر میں اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ وہ یو۔ اے۔ آر کے اس فیصلے کی حمایت کرتا ہے کہ کمیونسٹ ملکوں سے اسلحہ خریدا جائے اور اس بات کی حدمت اور تنقیص کی کہ مغربی ممالک نے اس بات کو بلاوجہ اچھالا ہے۔

نومبر 1955ء میں مصر کا وزیر مالیات ڈاکٹر عبدا لمنعم قیسومی لنڈن اور واشنگٹن میں برطانوی اور امریکی حکومتوں اور عالمی بینک سے گفت و شنید کرنے گیا تو جان فاسٹر ڈلس نے ڈاکٹر کو کہا کہ اپنے صدر کرنل ناصر کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ -

"سوویت یونین اسلحہ سے مصر کی مدد کر رہا ہے جس کا مطلب موت ہے اور امریکہ اسوان بند کی تعمیر کے لئے مصر کی مدد کر رہا ہے جس کا مطلب زندگی ہے"۔

کہا کہ امیر کہ کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ فرانس اور برطانیہ کے مشرق وسطی سے چلے کہا کہ امیرکہ کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ فرانس اور برطانیہ کے مشرق وسطیٰ سے چلے جانے کے بعد وہاں طاقت کا کوئی خلا رہ گیا ہے۔ اگر کوئی خلا پیدا ہوا تھا تو وہ اب پر ہو چکا ہے۔ اب یہاں شاہ کے کرنے کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔ وہ مایوسی کی حالت میں مصر سے روانہ ہوا کہ صرف اردن اور عراق اس کی تجویز قبول کریں گے مگر شام اور مصر اس سلسلے میں دوبارہ کوئی بات بھی کرنا پسند نہ کریں گے۔ اس ضمن میں ان کی پلاننگ مکمل ہو چکی ہے اور افریقہ کو جلد ہی پتہ چل جائے گا کہ مشرق وسطیٰ میں طاقت کا کوئی خلا باقی نہیں رہا۔ ان کی پلاننگ کے مطابق بادشاہت کے خاتمہ کی ترتیب کچھ یوں تھی۔ اردن' عراق کویت' یمن' پھر سعودی عرب اور آخر میں لیبیا کو ٹھکانے لگانا تھا۔

شاہ عرب واپس پہنچا ہی تھا کہ ایران کا بادشاہ رضاشاہ پہلوی اسے اسکی پالیسی پر مبارکباد کہنے آگیا لیکن چند یوم بعد 23 مارچ کو فیصل نے مڈل ایسٹ نیوز ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ہز میجسٹی دی کنگ کے اقوام متحدہ امریکہ جانے کے بعد المملکتہ

Marfat.com

السعودیہ العربیہ اور مصر کے مابین پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اس اثنا میں مصر کے فوجی نقارچیوں کی دھواں دھار تقریروں میں کوئی فرق نہیں آیا اور ان کا پروپیگنڈا تیز تر ہو گیا۔ جارڈن کے فلسطینی اور شامی ان کے مشایعت اور پیروی کرنے والے پہلے لوگ تھے۔

جورڈن کا وزیراعظم النابلوسی جس کا اظہار تشکر شاہ نے کیا ایک متمول تاجر تھا اور اس نظریہ کا حامل تھا کہ جارڈن اکیلی ریاست نہیں ہے۔ الفابلوسی نے اس امر کی بھی تائید کی کہ شام اور مصر کے ساتھ جاردن کا اتحاد ضروری ہے کہ جس طرح کوفہ کے لوگ بے وفائی میں ضرب المثل ہیں اس طرح نابلوس مسائل پیدا کرنے میں عدیم النظیر ہیں۔ جارڈن میں فلسطینیوں کے جهازی حملہ کو بہت پریشان کیا جاتا رہتا ہے۔

علی ابو النور ایک 35 سالہ تجربہ کار ںبجر کو چیف آف سٹاف بنایا گیا اور بعد ازاں جرنیل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔ اور نتیجہ کے طور پر وہ ناصر کا حامی بن گیا۔ نابلوسی نے اپنے دربار میں تبدیلیاں کیں نیز روس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کر لئے اس توقع پر کہ انقلاب برپا کرنے کی صورت میں اسے اسلحہ اور مال و دولت مہیا کیا جائے گا - حالات اس حد تک برتر ہو گئے اور اس قدر تیزی سے تغیرپذیر ہو گئے کہ جب شاہ حسین قاہرہ میں منعقد ہونے والی میٹنگ سے واپس آیا تو حالات کی ابتری کے پیش نظر اسے یونائیڈ سٹیٹس آف امریکہ سے پوچھنا پڑا کہ امداد کن شرائط پر مل سکتی ہے کہ شاہ حسین کو یہ جواب دیا گیا:

"If the integrity of his country was stared publicly to be threatened by international communism, and the STATES asked for help it would receive it."

جیسا کہ اظہرمن الشمس ہے شاہ نے ذاتی حوصلے سے کام لیا شاہ حسین نے سعود سے التماس کی کہ صدر ناصر اس کی ریاست کو برباد کرنے کے درپے ہے۔ شاہ سعود نے اس کی امداد کا وعدہ کیا اور کچھ دن بعد اس نے اس کی مدد کے لئے براڈون کو بھیج دیا یہ امداد بروقت تھی۔ جب شاہ حسین سعود کو مل کر واپس آیا تو عجلون کے شامی بریگیڈ نے بین الاقوامی ٹیلی فون کی لائنیں کاٹ دیں اور عمان پر شامی حملے اور یلغار کی دھمکی دے دی

Marfat.com

عین اسی لمحہ سعودی دستے عمان پہنچ گئے۔ نیشنلسٹ آفیسرز عمان کے شمال میں زرقاء کے مقام پر تھے وہ فلسطینی سپاہ سعودی لشکر کے باعث کچھ نہ کر سکی۔

7 اپریل کو بلوائیوں نے عمان کی جانب یلغار شروع کی جب شاہ اردن کو اس امر کا پتا چلا تو اس نے علی ابوالنور کو فون کیا اس نے دوبارہ مدد کی یقین دہانی کی۔ تھوڑے ہی وقت میں زرہ بکتر سے لیس ایک رجمنٹ نے محل کا محاصرہ کر لیا۔ فوجیوں کو کچھ نہ بتایا گیا کہ کیا کیا جارہا ہے۔ پروگرام یہ بنایا تھا کہ شاہ کو محل میں محبوس اور نظر بند کر دیا جائے گا اور بعد ازاں جلا وطن کر دیا جائے گا۔ لیکن افسر شاہ کو محل کی بجائے باہر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

جب شاہ نے انہیں پوچھا کہ "تم یہاں کیوں آئے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔" بادشاہ نے انہیں فورا" زرقاء واپس جانے کا کہا اور ساتھ ہی کہا کہ میرے فرمان کے بغیر کسی نقل و حرکت کی جسارت نہ کرنا۔ ساتھ ہی شاہی محل پر گارڈ میں اضافہ کر دیا گیا۔

29 اکتوبر 1956ء میں اسرائیلی چھاتہ بردار مصری علاقے میں اترے۔ سویز نہر کے سلسلے میں فرانس' اسرائیل اور برطانیہ کے اقدامات امریکہ کے صدر آئزن ہاور اور ڈلس کے رویے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ روس بھی بیچ میں پڑ گیا تھا رک گئے۔ عرب میں "مشرق سوویت دوستی" اب قدر کی نگاہ سے دیکھی جا رہی تھی۔ اب عرب' امریکی بے رخی کی وجہ سے اس قدر لاچار نہیں رہے تھے اور اس بات کو امریکی صدر نے بھی محسوس کیا کہ عرب میں جو طاقت کا خلا پیدا ہوا تھا اب وہ روس نے پر کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں 5 جنوری 1957ء کو صدر نے کانگریس کے سامنے منظوری کے لئے قانون پیش کیا جس کے تحت کانگریس نے اسے مزید اختیارات سونپے۔

امریکی صدر کے اس پراجیکٹ کا نام تھا "آئزن ہاور ڈاکٹرائن" اس کے تحت امریکی صدر کو یہ اختیارات مل گئے تھے کہ وہ کانگریس کی منظوری کے بغیر مشرق وسطیٰ کے کسی ایک یا ایک سے زیادہ ملکوں کے ساتھ اس کی آزادی کی حفاظت کا سمجھوتہ کر سکے اور یہ کہ اگر اس ملک پر کوئی دوسرا حملہ کرے تو امریکہ اس کی اسلحہ سے مدد کرے گا البتہ اس پر یہ شرط تھی کہ مسلح افواج پر دو ملین ڈالر سے زیادہ صدر کانگریس کی منظوری کے بغیر خرچ نہیں کر سکے گا۔ اس قانون کو کانگریس نے 7 مارچ 1957ء کو

Marfat.com

منظور کر لیا۔

چونکہ اس بات کا خدشہ تھا کہ عرب ممالک اس اصول کے حق میں کیسے ثابت ہوں اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ شاہ سعود کو امریکہ مدعو کیا جائے اور اس کی حمایت حاصل کی جائے۔ شاہ سعود کو اس لیے منتخب کیا گیا تھا کہ عرب شرق وسطی کے ممالک میں بہت اہم مقام رکھتا تھا اور مصر کے صدر ناصر کے مدمقابل اگر کوئی شخص ہو سکتا تھا تو وہ شاہ سعود ہی تھا۔ فیصل ان دنوں بیمار تھا اور اس نے جو صدر ناصر کے حق میں بیان دیا تھا اس سے شاہ سعود کا یہ خیال تھا کہ اسے بھی ناچار ناصر کی حمایت کرنی پڑے گی اور اس کا موجودہ مقام ناصر کو حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس موقع پر جب امریکی دعوت نامہ پہنچا تو سعود نے اسے بخوشی قبول کیا۔ شاید امریکہ اس طرح اسکی حمایت کرنا چاہتا تھا جس طرح روس ناصر کی کر رہا تھا۔ شاہ سعود نے فیصل کی مخالفت کے باوجود دعوت نامے کو قبول کر لیا اور 30 جنوری 1957ء کو نیویارک پہنچا۔ شاہ سعود اپنے ساتھ اپنے خاندان اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگوں کو لے کر گیا تھا۔

اس موقع کے متعلق شاہ سعود اور آئزن ہاور دونون کا گمان غلط ثابت ہوا۔ سعود کا نیویارک میں استقبال بڑی سرد مہری سے ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ نیویارک کی آبادی کا بیشتر حصہ یہودیوں پر مشتمل تھا اور نیویارک کا میئر جو کہ خود بھی یہودی تھا وہ استقبال کے لیے نہ آیا کیونکہ اسرائیلی ریاست کے بارے میں وہ شاہ سعود کی رائے سے بخوبی واقف تھا۔ امریکی حکومت نے مسٹر ریگن کو منانے کی بھرپور کوشش کی اور اسے یہ بھی باور کرایا کہ سعودی عرب ہی عرب ممالک میں سے وہ ملک تھا جس نے اسرائیل پر حملے میں حصہ نہ لیا تھا۔ لیکن ان باتوں کا ریگن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ شاہ سعود کا استقبال جس طرح نیویارک میں ہوا تھا اس کا مداوا کرنے کے لئے واشنگٹن میں اقوام متحدہ نے اس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور صدر آئزن ہاور ایئرپورٹ پر آکر شاہ سعود سے ملا اور والخلافے تک اس کے ساتھ ہی سفر کیا۔ شاہ سعود سے مل کر آئزن ہاور کو یہ گمان تھا کہ شاہ سعود اس کی توقعات پر پورا اتر کے مشرق وسطیٰ کے سب سے بڑے لیڈر کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔

جب امریکی صدر نے سعود سے بات چیت کی اور اسے آئزن ہاور ڈاکٹرائن کے متعلق تفصیلات سے آگاہ کیا تو سعود نے اس پر یہ بات واضح کی کہ اس پالیسی کو عربوں

Marfat.com

سے منظور کروانے کے لیے صرف اتنا کافی ہیں کہ ان کی کمیونزم کے مقابلے میں مدد کی جائے گی بلکہ ناصر کے مقابلے میں مالی طور پر زیادہ فائدے کی بھی یقین دھانی کرائی ہوگی۔ بات چیت کے اختتام پر اس بات پر معاہدہ ہوا کہ سعودی عرب کو بڑی مقدار میں بری بحری اور فضائی آلات کے ساتھ اس بات کی سہولت دی جائے گی کہ اس کے جنگی پائلٹوں کی تربیت ہو سکے' اور وہ بحری بیڑے ٹینک' توپخانہ اور دوسرا جنگی اسلحہ حاصل کر سکے۔ نیز اسے تکنیکی ماہرین کی خدمات کے علاوہ ڈھائی ارب امریکی ڈالر کا قرضہ بھی دیا جائے۔

شاہ سعود نے اس کے بدلے میں امریکہ کو دہران کا ہوائی اڈہ مزید پانچ سال تک استعمال کرنے کی اجازت دی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ عربوں پر آئزن ہاور کے نقطہ نظر کی مثبت انداز میں وضاحت کرے گا۔ اس پر امریکی صدر بہت خوش ہوا اور اس نے شاہ کا اپنے ذاتی طیارے میں یورپ کے سفر اور واپسی کا بندوبست کیا۔

ہسپانیہ کے شہر میدرد (Madrid) میں جو کہ واپسی پر پہلا شہر تھا جس کا شاہ فیصل نے دورہ کیا وہاں فرانکو نے شاہ کے استقبال کی زبردست تیاریاں کی تھیں اور اس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ شاہ کے استقبال میں مراکشی دستہ کے افراد قدیم عرب لباس میں ملبوس' تلواریں سونتے گھوڑوں پر سوار تھے اس کے علاوہ تمام شہر کی سجاوٹ اس انداز سے کی گئی تھی کہ ایسا لگتا تھا! کہ وہ کوئی عیسائی شہر نہیں ہے بلکہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں عرب مسلمان فتح کے بعد وطن واپس لوٹے ہیں۔

شاہ کو گیارہ صدیاں قبل تعمیر کی گئی قرطبہ کی جامع مسجد اور غرناطہ میں الحمرا بھی دکھائے گئے۔ شاہ جانتا تھا کہ عرب یہاں آٹھ سو سال حکومت کر چکے تھے پھر حالات بدلنے پر وہ یہاں سے شمالی افریقہ چلے گئے تھے۔ ہسپانیہ سے روانہ ہو کر شاہ نے رباط میں مراکش کے شاہ سے ملاقات کی اور اسے آئزن ہاور کی پلاننگ سے آگاہ کیا۔ پھر تیونس اور لیبیا سے ہوتے ہوئے اپنے سفر کے سب سے اہم مقام قاہرہ میں قیام کیا جہاں اس نے شکری کو تیلی' شام کے صدر اردن کے شاہ حسین اور ناصر سے ملاقات کی۔

ان کی ملاقات ابرین محل میں ہوئی جہاں شکری کو تیلی اور ناصر نے شاہ کو صاف

Marfat.com

صاف بتا دیا کہ وہ جانبداری کی پالیسی پر کسی صورت رضامند نہیں ہوں گے۔ اور یہ کہ انہیں روس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے' روس ان کی مدد کا خواہاں ہے اور ہتھیاروں کی فراہمی سے ان کی مدد کر بھی چکا ہے اگر وہ جانبدار ہو جائیں گے تو انہیں جنگ عظیم میں بھی شمولیت اختیار کرنی پڑے گی۔ صرف آردن کا شاہ حسین ایسا شخص تھا جس نے اس موقع پر حقیقت پسندانہ رویہ اپنائے رکھا۔ ناصر نے امریکی امداد صرف اس صورت میں قبول کرنے کی حامی بھری کہ وہ سیاسی بندشوں سے آزاد ہوگی اور انہیں اس امداد کے استعمال کے سلسلے میں بھی کوئی پابندی نہیں کرنی پڑے گی۔ ناصر نے اس ملاقات کے آغاز ہی سے مخالفانہ رویہ اپنایا ہوا تھا۔

Marfat.com

(5)

الباب الخامس: فیصل وزیراعظم کی حیثیت سے

فیصل نے آغاز جنوری میں ہی امریکہ سے واپسی پر مصر میں قیام کیا' یہاں اس کے ایک ماہ کے قیام کے دوران ناصر سے چار دفعہ ملاقات ہوئی۔ مصری اخباروں کے مطابق فیصل نے یہ کہا تھا کہ ماضی اور حال دونوں ازمنہ میں کوئی عرب ملک کسی دوسرے عرب ملک کے خلاف نہیں رہا اور عرب ممالک آپس میں ایک خاندان کی طرح ہیں۔ فیصل نے یہ بھی بتایا کہ اس نے تیل کے کنوؤں کی کھدائی کا کام ایک جاپانی کمپنی کو سونپا ہے اس بات سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ فیصل کا جھکاؤ امریکہ کی طرف نہیں تھا۔

فیصل نے فروری کے پہلے ہفتے میں حجاز کی جانب اپنا سمندری سفر جاری رکھا۔ حجاز کے لوگوں نے اس کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا کیونکہ اس نے تقریباً" نو ماہ بعد ان سے پہلی ملاقات کی تھی۔ ان نو ماہ کی غیر حاضری کے دوران اسے ایک بڑے آپریشن سے بھی گذرنا پڑا تھا۔ مکہ میں بھی ایک بہت بڑے ہجوم نے اسے خوش آمدید کہا۔ ام القریٰ نے جن لوگوں کا استقبالیہ میں ذکر کیا تھا ان کے علاوہ بوائے سکاؤٹ بھی استقبال کے لئے وہاں موجود تھے۔ ان سکاؤٹوں کا چند سال قبل تک وجود بھی نہیں تھا۔ 13 فروری کو ریاض کے ہوائی اڈے پر شاہ سعود فیصل کے استقبال کے لئے موجود تھا۔

تقریباً" پندرہ یوم بعد شاہ سعود سے ملاقات کے لیے اردن اور عراق کا ایک مشترکہ وفد آیا۔ سمیر رفاعی (اردن کی کونسل کے نائب صدر) برہان الدین باشایان (عراق کے وزیر خارجہ) جو کہ عباسی خلفاء کی نسل میں سے تھے اور جنہیں چند ماہ بعد باغیوں نے جیل بھیج دیا تھا اور پھانسی کی سزا دی تھی یہ لوگ اس وفد میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ عراق کے عبداللہ المولیٰ' جو شاہ سعود کے پاس بہت پہلے کچھ وقت گزار چکے تھے اور اردن کے بہجت تالیونی جو شاہ اردن کے سیکرٹیریایٹ کے سربراہ تھے وہ بھی وفد میں موجود تھے۔ شاہ سعود نے دونوں ملکوں کی کامیابی کے لئے بڑے پر خلوص جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ اس کوشش کا حامی ہے جو عربوں کے اتحاد اور یک

Marfat.com

جہتی کی ضامن ہو۔

اس سے اگلے دن یمن کے ولی عہد محمد البدر ریاض پہنچے اور یمن کے یو۔ اے۔ آر کے ساتھ اتحاد کا اعلان کیا۔ سعود نے اسے ترقی اور کامیابی کی دعائیں دیں۔ "البلادالسعودیہ" کے مطابق اس اتحاد کا عرب ممالک میں سے سب سے زیادہ فائدہ سعودیہ کو ہونا تھا۔

ابھی محمد البدر بمشکل بذریعہ ہوائی جہاز شام پہنچا تھا کہ دمشق کے روزنامہ "النصر" کے بیان کے مطابق اس نے 5 مارچ کو شام کی فوج کے اعلیٰ افسروں کے اجتماع سے خطاب کے دوران آئندہ اپنے مصری بھائیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف لڑنے پر آمادگی ظاہر کی۔

اسی دن ناصر نے دمشق میں اپنی ایک تقریر کے دوران مصر اور شام کے خلاف سعودیہ کی سازش کا انکشاف کیا۔ اس کی تفصیلات مصر کے سرکاری روزنامہ "الاہرام" میں شائع ہوئیں۔

اس میں کھلے بندوں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ شاہ سعود نے ذاتی طور پر اپنے سیکرٹری کے ساتھ مل کر شام و مصر کے اتحاد کو ناصر کے قتل کے ذریعے ختم کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اس سازش کی تفصیلات کا ماخذ عبدالحامد السراج نامی ایک شخص تھا جو کہ شام کی انفارمیشن سروس کا سابق سربراہ تھا۔ اس کے بیان کے مطابق ناصر کے ہوائی جہاز جس میں اس نے سوار ہونا تھا اس کو سبوتاژ کرنے کے لئے اسے دو ملین شامی پاؤنڈز کی رقم پیش کی گئی جسے اس نے قبول نہ کیا۔ اس کے بعد یہ پیش کش کی گئی تھی کہ دو ملین سٹرلنگ پہلے ادا کیئے جائیں گے اور اگر کامیابی ہوئی تو کامیابی کے بعد 20 ملین اور ادا کیے جائیں گے سراج کے بیان کے ساتھ ریاض میں بیروت کے عرب بینک کے تین چیک کی فوٹو کاپیاں تھی اخبار میں دی گئی تھیں جن پر جو رقم درج تھی وہ یہ تھی ایک ملین نو لاکھ سٹرلنگ۔ سعود کی ایک بیوہ بہو کو اس میں رابطہ کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ سعود نے ایک ڈرائیور کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ جس راستے سے ناصر نے گذرنا تھا اس راستے پر وہ پیٹرول گرا دے اور جب ناصر وہاں سے گزرے تو اس پٹرول کو آگ لگا دے۔

الاہرام نے اس کی تفصیلات 5 تاریخ کو شائع کیں جس میں ایک لمبی رپورٹ اس

Marfat.com

بارے میں بھی تھی کہ اس موقع پر شہزادوں کا رویہ شاہ سعود کے بارے میں کیا تھا جس نے کہ ان بیانات کی صاف صاف تردید نہ کی تھی اگرچہ اس نے یہ وعدہ کیا کہ ان تمام معاملات کی تفتیش کے لئے ایک کمیشن قائم کر دیا ہے۔

اسی دوران 29 مارچ کو دمشق کے اخبار "النصر" نے ایک نیا شوشہ چھوڑا۔ اس نے ناصر السعید نامی ایک سعودی جلاوطن شخص سے رابطہ قائم کیا جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ سعودیہ میں موجودہ آرامکو نامی تیل کی کمپنی کے خلاف مزدوروں کے مظاہروں میں پیش پیش تھا۔ انہی وجوہات کی بنا پر اس کے اپنے کہنے کے مطابق شاہ سعود نے اسکے قتل کا حکم دے دیا تھا اور اس کے پاس چند کاغذات موجود تھے جن سے یہ پتہ چلتا تھا کہ شاہ سعودی مملکت کو امریکہ کے زیر اثر رکھنا چاہتا تھا۔ ان کاغذات میں دہران کے ہوائی اڈے کو امریکی جنگی جہازوں کے استعمال کے سلسلے میں اجازت نامے موجود تھے۔ ان دستاویز کو اخبار چند تبدیلیوں کے ساتھ شائع کیا اور اسے بنیاد بنا کر سعود پر دوسری اطراف سے بھی حملے کیے۔ خصوصاً" چونکہ اس کے عراق اور اردن کے ہاشمی سلطنت کے سات بہت اچھے تعلقات تھے "عرب قومیت کے مخالف" جو کچھ سعود نے اردن میں بغاوت کے دوران کیا تھا وہ سب کچھ عرب قومیت اور سعودی لوگوں کی ان خواہشات کے برعکس تھا جن کا اظہار قاہرہ میں قائم شدہ سعودی نیشنل لبریشن فرنٹ نے کیا تھا۔

اس آرٹیکل میں زیادہ تر قومی اور بین الاقوامی سیاست پر زور دیا گیا تھا لیکن جہاں یہ سعودی عرب کے معاملات کے متعلق کچھ کہتا تھا تو وہ وہاں اس ضرورت پر زور دیا جاتا تھا کہ وہاں ایک ایسے ضابطے کی ضرورت ہے جس کے تحت مزدوروں کو یونین قائم کرنے کی اجازت دی جائے' مزدوروں کو ان کے حقوق دیئے جائیں اور قیدیوں کو آزاد کیا جائے۔ مگر اس نے ایک اہم نکتے کا ذکر نہ کیا جس پر بحث کی گنجائش نہ تھی اور اس میں کوئی ضابطہ بھی نہ تھا اور وہ تھا سعودی حکومت کے خزانے کی موجودہ حالت۔ اور یہ حالت شاہ سعود کی فضول خرچیوں کی پیدا کردہ تھی جن پر کوئی پابندی نہ تھی۔ باوجودیکہ کہ تیل کی وجہ سے سعودیہ کو بڑی آمدنی ہوتی تھی مگر اس کا خزانہ خالی تھا۔ سعودی شہزادوں کو اگرچہ اس بات کا صحیح علم نہ تھا کہ واقعی شاہ سعود ان واقعات میں ملوث تھا یا نہیں جن کا اس پر الزام لگایا گیا تھا مگر وہ اس بات پر ضرور متفکر تھے کہ شاہ

Marfat.com

سعود بطور حکمران کے ناکام ہوتا نظر آرہا تھا۔ ناصر کے نیشنلزم کو بہت مقبولیت حاصل ہو رہی تھی اور اس کے مقابلے میں سعود کو حالات قابو میں لانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کے علاوہ سعود شہزادوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اپنے نکتہ نظر پر متفق بھی نہ کر سکا تھا۔

طلال کا خیال تھا کہ سعود کو کوئی قدم اٹھانے پر تیار کیا جائے لیکن فیصل کے چچا جو کہ اس کے بہترین دوست بھی تھے اور خاندان کے معتبر افراد میں سے تھے اس موقع پر ان کی بات کو فوقیت دی گئی۔ ان لوگوں نے جو قدم بھی اٹھایا اس سے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پر یہ بات واضح ہوتی گئی کہ سعود کی حکمرانی ملک کے لئے معاشی لحاظ سے اور مصر کے لئے سیاسی لحاظ سے خطرناک ہے۔

مارشل ٹیٹو مصر کے جمال ناصر کا بڑا دوست تھا۔ وہ یوگوسلاویہ سے شام آیا۔ شام سے واپسی پر ان کے ساتھ یمن کا محمد البدر بھی تھا جس کے ساتھ ناصر کی قبل ازیں ملاقات ہوئی تھی اور ناصر نے اسے بتایا کہ عربوں کو کس طرح زیر تسلط رکھا جا سکتا ہے۔

اس نے صدر ناصر کو پھر ملنا تھا اس ملاقات میں اس کے ساتھ ایک عراقی افسر عبدالسلام بھی تھا جس نے بعد ازاں عراقی انقلاب میں عراقیوں کے ساتھ مل کر اہم کردار ادا کیا تھا۔ ناصر نے محمد البدر کو کہا کہ یہ اس کا کام ہے کہ اپنے باپ امام کے خلاف سازش کرے۔ اس کے لئے صدر ناصر نے اسے بہت سارا اسلحہ اور پچاس ہزار سٹرلنگ پونڈ دئے۔

ریاض میں حالات بگڑ رہے تھے۔ سعود نے اپنے آپ کو ناقابل رسائی بنا رکھا تھا۔ فیصل نے صحرا میں اپنا کیمپ لگا رکھا تھا اور بہار کا موسم گذار رہا تھا۔ کبھی کبھار وہ شکار کر لیتا تھا اس کا بیشتر وقت آرام اور استراحت میں گذرتا کیونکہ اس کا حال میں ہی ایک بڑا اپریشن ہوا تھا۔

جب اسے واپس آنے کا کہا تھا تو شروع میں تو اس نے تامل کیا بہرحال جب وہ واپس آگیا تو بیشتر وقت اپنے گھر گذارتا جو ایک مختصر سی تعمیر پر مشتمل تھا جس میں اس کے افراد عائلہ سما سکتے تھے۔ اس کے مقابلے میں سعود کا گھر پانچ میل لمبی اور پندرہ فٹ اونچی ارغوانی رنگ کی بلند دیوار کے پیچھے پوشیدہ تھا۔ جس میں فرانس کے سابق حکمران

Marfat.com

لوئی پانز دہم کا فرنیچر، قیمتی قالین اور دنیا بھر سے موصول شدہ قیمتی تحفے تحائف پڑے تھے۔

ماہ رمضان کے دوران عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہر ایک کے ساتھ گفت و شنید میں مصروف تھا۔ 24 مارچ 1958ء کو مکہ ریڈیو پر اچانک طور پر تلاوت فرقان حمید کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ شاہ سعود نے اپنے تمام سرکاری اختیارات اور امور اپنے بھائی امیر فیصل کو تفویض کر دیے ہیں اور اب وہ برائے نام بادشاہ ہے۔

ریاض میں چند گھنٹے فہد بن عبدالعزیز کی قیادت میں بارہ شہزادے ایک کمرے میں افطاری کے لئے اکٹھے ہوئے اور سعود سے کہا

ہم متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ ہم آپ کو اور المملکۃ السعودیۃ العربیۃ کو بچانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے آپ کو بچا سکیں گے۔"

سعود نے فوراً" جواب دیا "مجھے قبول ہے۔"

اب شہزادوں نے فوری طور پر مطالبہ کیا کہ فرمان شاہی کا اجراء عمل میں لایا جائے جس میں واضح طور پر یہ مذکور ہو کہ آپ نے تمام تر اختیارات شاہی شہزادہ فیصل کو تفویض کر دئے ہیں۔ فرمان شاہی کی عبارت اور بحث تمحیص پر ایک ساعت صرف ہوئی۔

فیصل نے یہ کام اپنے ذمہ لینے پر ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ سب سے اہم معاملات خارجہ امور اور مالی امور تھے۔

تین ہفتے بعد 18 اپریل کو ریڈیو پر نشریہ پڑھا گیا جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ سعودی حکومت کا اپنی کسی قریبی ریاست بشمولیت مصر کے کوئی قضیہ یا اختلاف نہیں ہے وہ اپنے ہمسایہ ممالک سے اچھے تعلقات برقرار رکھنے کا خواہاں ہے اور ان سے بھی اس امر کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اچھے تعلقات کا اظہار کریں ساتھ ہی یہ نشر کیا گیا کہ ہم غیر ملکی اتحاد کے قائل نہیں ہیں (اس سے مراد بغداد پیکٹ تھا۔)

نشریہ میں برطانیہ اور صحرائے بریمی کے تیل کے چشموں کا ذکر کیا گیا جو ایرانی عرب خلیج کے علاقے میں واقع تھے ابھی یہ علاقہ متنازعہ فیہ تھا۔

نشریہ میں فرانس کے ساتھ تعلقات کا ذکر آیا جو اس وجہ سے خراب ہو گئے تھے کہ الخرج کے کارخانہ میں بجلی منقطع کر دی گئی تھی جس کا سبب بلوں کی عدم ادائیگی تھی مصارف کی ادائیگی کے بعد فرانس کے ساتھ تعلقات ساز گار ہو گئے نیز

Marfat.com

فرانس کو سویزہ معاملہ میں مصر میں بھی زک اٹھانی پڑی تھی۔

نشریہ میں سعودی عرب کے عرب لیگ کے ساتھ روابط کا ذکر بھی کیا گیا یمن اور مصر کے متعلق بھی ذکر کیا گیا شام' عراق اور جارڈن کے ساتھ تعلقات کا بھی ذکر آیا۔ شام کا الحاق مصر کے ساتھ ہوا تھا لیکن چند ماہ بعد ڈاک کی ٹکٹوں تک ہی محدود رہ گیا۔

امیر فیصل کے دیگر مسائل بھی تھے سب سے اہم مسئلہ مالی تھا سعود نے اپنے کلچھڑوں اور عیاشی کے باعث خزانہ خالی کر دیا تھا۔ اس کے اسراف کے باعث سعودی حکومت بنکوں کی نوبت دیوالیہ پن جیسی تھی۔

اپریل 1952ء میں سعودی مالیاتی ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ لیکن بڑا ناکام ہونے کے باعث 4-1/2 سعودی ریال ایک امریکی ڈالر کے برابر ہو گئے۔

کمرشل بنکوں کے لئے اپنی جمع شدہ رقم کا 15 فیصد حصہ مالی ایجنسی میں جمع کرانا ضروری قرار دیا گیا اس طرح 1960ء کے بعد مالی ایجنسی میں زر خطیر جمع ہو گیا۔ اگلے چھے سالوں میں سرکاری شاہی مصارف میں اس حد تک کمی واقع ہو گئی کہ ہر شخص اس کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا۔ خصوصاً" ریاض میں جہاں لمبے چوڑے محلات کو دیکھ کر یہ امر واضح ہو جاتا تھا یہ محلات زیر تعمیر دکھائی دیتے تھے اور ان کی تکمیل کی نوبت نہیں آرہی تھی۔

آمدنی کا زیادہ حصہ تعلیم کے شعبے کے لئے مختص کیا گیا۔

سعودی عرب میں تیل سے حاصل شدہ آمدنی سب سے اہم اور قابل ذکر ذریعہ ہے یہ آمدنی آئندہ دس سالوں میں دگنی ہو گئی۔

فیصل نے اپنے اخراجات میں بے پناہ کمی کر دی۔ جب وہ سعودی امریکہ تشریف لے گیا تو ساتھ مہمانوں کی لمی چوڑی قطار نہ تھی جو سعود کے زمانے میں ہوتی تھی۔ سعود کے برعکس وہ اپنی کار خود چلاتا جیسا کہ ریاض کے دارالحکومت میں دیکھنے میں آتا تھا۔ حفاظت کے لئے نہ تو موٹر سائیکلوں پر محافظ ہوتے اور نہ ہی ٹرکوں پر لدے ہوئے سپاہی ہوتے تھے۔

فیصل کا قیام اب اختیارات حاصل کر لینے کے بعد بھی اپنے چھوٹے سے گھر میں تھا جس میں سعود کی طرح کے سامان آرائش و زیبائش کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ اس کی ذات "سید القوم خادمھم" کا نمونہ تھی۔

Marfat.com

ہر صبح خود بغیر ڈرائیور کے ذاتی گاڑی میں اپنے دفتر جاتا۔ فرامین شاہی کا مطالعہ کرتا غیر ممالک سے آئے ہوئے متعدد وفود اور مہمانوں سے ملتا۔ ان غیر ملکی مہمانوں کا تانتا بندھا ہوتا۔ اعلیٰ عہدے سے لے کر ادنیٰ عہدوں تک کے ملاقاتی ہوتے ان میں سائنسدان بھی تھے ان میں شاہی خانوزادے سے تعلق رکھنے والے بھی تھے۔

فیصل کا سارا کام بڑا صبر آزما تھا۔ اس کا انداز پر تصنع نہ تھا جیسا کہ دیگر ممالک میں دیکھنے میں آتا ہے۔ ہر شخص امیر فیصل کو بلا تامل سکتا تھا کسی چیئرمین' سیکرٹری یا منشی متصدی کے ذریعے ملنے کی ضرورت نہ تھی۔

اگر کسی نے کوئی راز کی بات کرنی ہوتی تو یا تو کان میں کر لیتا یا ملحقہ کمرے میں بات کر لی جاتی تھی۔ کسی شخص کے ساتھ امتیازی سلوک روانہ رکھا جاتا خواہ وہ مشرق سے تعلق رکھتا ہو یا مغرب سے متعلق ہو

اقتصادیات کے ضمن میں اٹھائے جانے والے اقدامات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جارڈن سے سعودی فوج واپس بلا لی گئی تھی اور اس طرح آدھ ملین سٹرلنگ کی امدادی رقم بچ گئی جو جارڈن کو ادا کی جاتی تھی۔ مارچ کے آخری ہفتے میں فیصلہ کیا گیا اور اپریل کے آغاز میں عامل جارڈن کو اس امر سے مطلع کیا گیا۔ جون کی ابتداء میں کارواں اور سامان تعیش کی درآمد بند کر دی گئی درباری جو سامان تعیش کے عادی تھے چہ میگوئیاں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ملک کی خوشحالی کا انسداد کیا جا رہا ہے یہ ان کا نقطہ نظر تھا بقول حالی {

"کسی قوم کا جب الٹتا ہے دفتر
تو مسخ ان میں ہوتے ہیں پہلے تونگر"

اچانک بغداد سے خوفناک خبر آئی کہ شاہ بغداد اس کے چچا جو بطور ایجنٹ کے کام کر رہے تھے شاہی خاندان کی کئی خواتین' وزیراعظم اور کئی دیگر غیر ملکی جو اپنے کاروبار کے ضمن میں اتفاقیہ طور پر وہاں آئے ہوئے تھے ہوٹلوں سے باہر گھسیٹ کر نکال دیئے گئے اور بیدردی سے قتل کر دیئے گئے ان کی لاشوں کو گلیوں میں برہنہ گھسیٹا گیا۔ عراق کے شاہی خاندان میں سے زندہ بچ جانے والے واحد لوگ ولیجنٹ کے بہن' بہنوئی اور ان کے تین بچے تھے۔ خوش قسمتی سے یہ لوگ کسی طرح سعودی سفارت خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور جب اس بات کی اطلاع شاہ سعود کو

Marfat.com

دی گئی تو اس نے اپنے سفارتی عملے کو حکم دیا کہ ان کی حفاظت اس طرح کرو جس طرح عرب لوگ گھر آئے مہمانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تین ہزار کے قریب سرکردہ لوگ جن میں امرا کی پارلیمنٹ اور سینیٹر بھی شامل تھے ان میں سے کئی کو گولی مار دی گئی اور باقی کو جیل بھیج دیا گیا۔ اس تمام کاروائی کو انجام دینے والے آرمی کے افیسر قاسم اور دوسرا عراق کی آرمی کا افسر عبدالسلام عارف تھا۔ انقلابیوں نے اسی رات تمام کمیونسٹوں کو بھی جیلوں سے رہا کر دیا سعودی عرب اور اس کے لوگ عراق اور اس کے لوگوں سے بہت مختلف ہیں لیکن عراقیوں کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں سعودی خاندان کو قتل کرتے مگر اس موقع پر ناصر کے سوشلزم نے ایک نئی صورت اختیار کی تھی۔

تقریباً پندرہ دن کے بعد جس دن برطانیہ نے عراق کی نئی حکومت کو تسلیم کیا اسی دن سعودیہ نے بھی نئی جمہوریہ کو تسلیم کر لیا اور اگست کے آغاز میں فیصل نے قاہرہ کا دورہ کیا۔ روانگی کے وقت فیصل ؒ نے "الاہرام" کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ مصر کے ساتھ تعلقات پہلے کی طرح مضبوط ہیں۔ جب اخبار والوں نے فیصل سے یہ سوال کیا کہ آپ کے خیال میں مشرق وسطیٰ کے حالات کی خرابی کا ذمہ دار کون ہے تو فیصل نے جواب دیا کہ تمام خرابیوں کی جڑ امپیریلزم ہے۔

عبدالجمال ناصر بھی یہی کچھ کہا کرتا تھا۔ اور فی الواقع تھا بھی ایسا ہی۔ صدر ناصر نے یہی بات یونائیٹڈ سٹیٹس کے جان ماسٹرڈلس کو کہی تھی جب اس کی ملاقات 11 مئی 1953ء کو قاہرہ میں ہوئی تھی۔ تو اس نے کہا تھا کہ میں مصر پہنچ کر بہت خوش ہوں جس کی ثقافت اور تہذیب انسانی تاریخ جتنی پرانی ہے یہ رسمی سی بات تھی۔ اس کے بعد ڈلس نے کہا:

"جنرل نجیب جنگ عظیم دوم کے بعد کی
آزاد دنیا فری ورلڈ
کا نمایاں قائد ہے۔"

صدر ناصر نے ڈلس کو روکتے ہوئے کہا "آئی ڈو ناٹ لائیک یور سٹیٹ منٹ ٹو ڈے۔" ڈلس حیران رہ گیا اور کہا کہ یہ بات دوستی میں کی گئی ہے۔ ناصر نے کہا مجھے "فری ورلڈ" کی اصطلاح کے استعمال پر اعتراض ہے۔ ہم آزاد کہاں ہیں ہم تو برطانیہ کے چنگل اور دام تزویر میں پھنسے ہوئے ہیں - کیا امپیریلزم سے مراد آزاد دنیا ہے۔

Marfat.com

جہاں نورد اور کہنہ سیاستدان معاملے کو بھانپ گیا اس نے اپنے ایک نائب کو بلا کر بیان ٹائپ کرنے کا کہا جس سے مصریوں اور بالخصوص صدر ناصر کے جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا احتمال نہ ہو۔ اس نے قاہرہ کے اڈے پر اترتے ہوئے جو مختصر سا بیان دیا تھا اس کی تردید و تجدید کی۔

ڈلس اس وقت قاہرہ آیا جب مشرق وسطیٰ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ہاتھوں نالاں اور رنجیدہ خاطر ہو چکا تھا۔ انہوں نے امریکہ کو امید افزا انداز سے دیکھا وہ نسبتاً" روس سے قریب تر بھی تھا۔ روس مصر سے پانچ ہزار میل کی مسافت پر تھا۔

دوسری جنگ عظیم ((45 - 1939) کے بعد امریکہ اپنا اسلحہ بیچ بیچ کر زیادہ متمول اور مرفہ حال ہو چکا تھا۔ اب وہ زیادہ طاقتور اور سدا بہار دکھائی دے رہا تھا ہالی وڈ کی سکرین پر ایسی تصاویر دکھائی "دی کر یچین سائنس مانیٹر" کے 5 ستمبر کے شمارے میں اس رائے کا اظہار کیا گیا تھا کہ فیصل اور ناصر دونوں میں سمجھوتہ ہوگیا ہے جس کی رو سے فیصل ناصر کی پالیسی کو اپنائے گا اور ناصر کا قاہرہ کا ریڈیو سعودی عرب کے خلاف زیر آلودہ پروپیگنڈا بند کر دے گا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شام کے معاملات میں بہت زیادہ مصروف تھا اور امریکہ بھی چونکہ اسی سمت سے اس پر اثر ڈال رہا تھا۔

یمن کے لئے مصر کا پلان ابھی قاہرہ نہیں بھولا تھا۔ ناصر نے محمد البدر سے اس کے گھر میں نصب شدہ ریڈیو ٹیلفون پر بات کی اور اسے بغداد جا کر اگلے پلان پر عبدالسلام عارف سے بات کرنے کے لیے کہا۔ وہاں پہنچ کر محمد البدر سے عبدالسلام عارف سے ملاقات تو کی مگر وہاں پر قاسم بھی موجود تھا جو ان کے درمیان مبارکباد کے تبادلے سے شک میں پڑ گیا۔ جب مصری سفارت خانے نے ان کے لئے دعوت کا اہتمام کیا جس میں قاسم کو مدعو نہ کیا گیا تھا وہاں پر قاسم کسی طرح چند فوجیوں اور اسلحے سمیت پہنچ گیا۔ بعد میں صدر ا لکعبہ نے مینو ہوٹل میں عبدالسلام عارف اور محمد البدر سے اکیلے ملاقات کا بندوبست کیا ابھی انہوں نے بمشکل بات چیت شروع کی تھی کہ قاسم وہاں پر بھی اپنے اسی عملے کے ساتھ آموجود ہوا۔ اسی موقع پر صدرا لکعبہ نے یہ بہانہ گھڑا کہ وہ یہاں تصاویر اتروانے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اور اس موقع پر اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے چینی صحافیوں کو اپنے کمرے میں بلا بھیجا۔ اس کے بعد محمد البدر نے جتنا عرصہ بھی عراق میں قیام کیا عراقی فوجی اس کے ساتھ ساتھ رہے جن کی وجہ سے اس کی عبدالسلام عارف کے ساتھ کوئی اور ملاقات نہ ہو

Marfat.com

سکی۔

1959ء میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری ڈاگ ہیمر شولڈ نے ریاض کا دورہ کیا اور اس موقع پر دوسرے مسائل کے ساتھ برائمی نخلستان کے معاملے پر بھی بات کی جو کہ کبھی سعودیہ کا حصہ تھا مگر اب وہ خلیجی حکمرانوں کے قبضے میں تھا اور تیل کی وجہ سے اس کو بڑا اہم خیال کیا جاتا تھا۔ برطانیہ نے اس موقع پر خلیجی حکمرانوں کی حمایت کی اور یہ عرب دنیا کا واحد نخلستان تھا جس کے بارے میں اتنا زیادہ لکھا گیا اور یہ بھی کہ اس کے ملازم اپنے مالک کے حق میں اس قدر بولے۔

مسقط اور عمان کا حکمران سلطان ان تین خلیجی حکمرانوں میں سے ایک تھا جو برائمی نخلستان کے دعویدار تھے 1959ء کے موسم بہار میں امام غالب ابن علی نے ریاض جبل اخضر کے شیخ سلطان سلیمان ابن ہمیار نے عمان کا دورہ کیا عمان ایسا علاقہ تھا جس پر اگرچہ سلطان کا اختیار تھا مگر اس کا خیال تھا وہ اکیلا اس پر کنٹرول نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں دورے اگرچہ علیحدہ تھے مگر ان کا آپس میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور تھا۔ یہ ان کا پہلا دورہ بھی نہیں تھا۔ اگرچہ ان کا خیر مقدم کیا گیا تھا مگر پھر بھی خیال یہی ہے کہ یہ دورہ سلطان کو کچھ اچھا نہ لگا ہو گا کیونکہ وہ ان لوگوں کی وجہ سے بڑے عرصے سے مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔

اپریل میں فیصل کے بیٹے عبداللہ نے وزارت خارجہ سے استعفیٰ دے کر جدہ میں کاروبار شروع کیا تو فیصل نے یہ عہدہ بھی خود سنبھال لیا۔

سعود نے دورہ یورپ سے واپسی پر جرمنی کے شہر بون میں فیصل کی اصلاحات اور معاشی استحکام کی بحالی کی دل کھول کر تعریف کی۔ اس کی وطن واپسی پر فیصل علاج کے لئے سوئٹزرلینڈ روانہ ہو گیا جو ہیمر شولڈ کا وطن مالوف تھا' لیکن قاہرہ سے واپس جانا پڑ گیا۔ کیونکہ دونوں بھائیوں کے مابین عدم اتفاق کے بارے میں افواہیں پھیل گئیں۔ بعد ازاں جب اسی سال ماہ دسمبر میں جب وہ (LAUSANNE) علاج کروا کر واپس آیا تو یکایک قونصل سے صدارت کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اگلے چار سال کے عرصہ میں عدم یقین کی کیفیت رہی۔ فیصل کے استعفیٰ دینے کے بعد سعود نے صدارت سنبھالی اور طلال بن عبدالعزیز کو وزیرمالیات اور وزیراعلیٰ کا عہدہ تفویض کیا اور پلاننگ بورڈ کا نائب صدر متعین کیا۔ نومبر 1961ء تک گیارہ ماہ کا عرصہ فیصل سیاست سے علیحدہ رہا۔

Marfat.com

فیصل دارالخلافہ سے دور رہا اس نے موسم بہار صحرا میں اور گرما کا بیشتر حصہ جدہ اور طائف میں گذارا۔

وزیر طلال کو جب وزارت کی بے بسی کا اندازہ ہو گیا اس نے استعفیٰ دے دیا اور اس کا عہدہ اس کے بھائی نووف نے سنبھال لیا جو قبل ازیں رائل سکریٹریٹ کا سربراہ تھا۔ کابینہ میں کافی ردوبدل کیا گیا۔

موسم خزاں میں سعود ایک دفعہ پھر بیمار پڑ گیا اور اس کی وطن سے دور جرمنی' آسٹریا اور امریکہ قیام کے مابین سعود کا عہدہ سنبھالے رکھا۔ اس کی واپسی پر اس نے قونصل کے نائب صدر اور وزیر خارجہ کا عہدہ سنبھال لیا۔

1962ء کے جون اور جولائی میں سعود علاج کے سلسلے میں اطالیہ' آسٹریا' جرمنی' ہامبورک وغیرہ مقامات پر گیا۔ اس کے ساتھ مصاحبین کی تعداد اور لاؤ لشکر کی طرف ہمیشہ پریس کی توجہ مبذول رہتی۔ ان کی تعداد پانچ اور دس درجن افراد کے مابین ہوتی۔

اس وقت تک سعود کے ذاتی محافظ مسلح اور باوردی آٹھ سو اشخاص تھے جن میں سے دو سو حبشی اور باقی چھ سو قبائلی تھے۔

باقاعدہ فوج ائریونٹس سمیت چالیس ہزار پر مشتمل تھی جس کی تربیت کے لئے چار سو امریکن تھے۔ ہیڈ کوارٹر دہران میں تھا اور تربیتی دستے طائف اور ریاض میں تھے۔

یمن کی جنگ اور مصر کی جانب سے دھمکیوں نے فوج کے اضافے کی طرف توجہ مبذول کرائی - امیر فیصل نے فوج کی تعداد میں اضافہ اور ملک کے مختلف حصوں میں قبائلی محافظوں کی تشکیل نو کی اور ان کا کمانڈر شاہ کے بیٹے سعود ابن سعود کی بجائے عبداللہ بن عبدالعزیز متعین کیا گیا اور اسی روز 12 جنوری 1963ء کو ریاض کی گورنری سعود کے بیٹے بدر ابن سعود کی بجائے سلمان ابن عبدالعزیز کو دی گئی۔

نیشنل گارڈ میں بھرتی کی تیزی سے کمی گئی - فیصلؒ نے کمانڈر امیر عبداللہ کی امداد کے لئے اور تکنیکی مشوروں کے لئے دو برطانوی افسروں کی باقاعدہ خدمات حاصل کیں یہ افسر قبائلی دستوں کو تربیت بھی دیتے تھے۔ لباس سفید ہونے کے باعث اس لشکر کو الجیش الابیض یعنی سفید پوشوں کا نام دیا گیا۔

اگلے سال ان کی تعداد تیس 30 ہزار کر دی گئی۔ مجاہدین جو جیش ابیض ہی کے

Marfat.com

افراد تھے پانچ ہزار صحت مند افراد کو کمانڈوز مقرر کیا گیا یہ جدید ترین اسلحہ سے لیس تھے۔ سادہ زندگی بسر کرنے اور مذہبی عقائد رکھنے کی بنا پر انہیں فدائین کہا جانے لگا۔

شاہ سعود مئی سے اکتوبر 1963ء تک علاج کے سلسلہ میں یورپ گیا ہوا تھا۔ اس کا پرائیویٹ جہاز کوہ ایلپس کے ساتھ ٹکرا گیا اور اس کے ساتھ جو اقارب طیارے میں سوار تھے سب راہئی ملک عدم ہوئے۔ سٹاف نے بغیر سوچے سمجھے اسے مصر کی شرارت قرار دیا لیکن بے بنیاد اور دروغ پر مبنی الزام کے باعث ثابت نہ ہو سکا۔

63ء کے موسم سرما کے آغاز میں سعود کے محل کے آس پاس ملٹری کی غیر معمولی چہل پہل نظر آنی شروع کر دی تھیں فوجی سواریاں اور مشین گنیں ایک یونٹ سے دوسرے یونٹ کو منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ فوجیوں کی اسلحہ کے ساتھ مشقوں کے دھوئیں سے دیواروں کی رنگت تبدیل ہو رہی تھی کسی کو اصل حقیقت کا علم نہیں تھا صرف یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ ان کا مقصد دفاعی نوعیت کا ہے۔

فیصل اگرچہ وزراء کی کابینہ میں اپنے دفتر جاتے ہوئے روزانہ وہاں سے گذرتا تھا مگر اس نے اس تبدیلی پر کوئی تاثر ظاہر نہ کیا۔ ایک دن اس کے عملے میں سے کسی نے خوفزدہ ہو کر پوچھا کہ کیا وہ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ فیصل نے جواب دیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ دیکھ رہا ہے بلکہ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ بھی محسوس کر رہا ہے۔

موسم سرما کے وسط میں کرسمس سے کچھ عرصہ قبل فوجیوں کی تعداد میں خاصی کمی واقع ہو گئی۔ مگر مارچ 1964ء کے وسط میں پھر دوبارہ وہی حالات نظر آنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ وہاں آنے جانے والوں کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی اور خفیہ اجلاس بھی ہونے لگے تھے۔ 26 تاریخ کی رات کو شاہی گارڈ کے کمانڈر کو اس کے گھر سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے سٹاف کے دوسرے افسروں کو بھی اسی رات قابو کرنے کے بعد 800 شاہی گارڈز کو دوسری یونٹوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ان کی جگہ 200 کے قریب نئے گارڈ مقرر کئے گئے۔

فیصل نے 8 اپریل کو کابینہ کی صدارت سنبھالی اور پریس کے ذریعہ اعلان کیا کہ اس کا سرکاری اختیارات حاصل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی پالیسی میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ وہ اب بھی قاہرہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور الیگزنڈریہ میں ہونے

Marfat.com

والی دوسری عرب سمٹ کانفرنس میں بھی شامل ہوگا یہ کانفرنس ستمبر میں منعقد ہوئی اور اس سے پہلے جون کے مہینے میں کمیونسٹوں کی ایک بڑی تعداد اور دوسرے انقلابیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور وزارت داخلہ نے اعلان کیا کہ جو بھی تخریبی اصول اختیار کرے گا اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا۔ بعد میں آنے والے حالات نے یہ ثابت کیا کہ یہ قدم نہایت بروقت تھا کیونکہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا ان کو تخریب کاری کے لئے بیرون ملک کی پشت پناہی حاصل تھی۔ ایسے لوگوں کی تعداد چھوٹے شہروں میں فیصل کے مضبوط ہاتھ ابھی انہیں سنبھالے ہوئے ہیں بہت سے شہزادے اور دوسرے سرکردہ لوگ سعود کی بادشاہت کو جس رنجیدگی سے ختم ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے وہ فیصل کے کارناموں سے اور زیادہ گہری ہوتی گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ فیصل نے ملک کی معاشی حالت بھی استوار کی۔ اس کے خارجی معاملات کو بھی بہت اچھی طرح سے سلجھایا۔ اس نے نیشنل گارڈ بنائے۔ اور بہت محتاط انداز سے ملک کے لئے جرات بھی اپنائی۔ اس کے علاوہ سب سے اچھی بات یہ تھی کہ وہ لوگوں سے ذاتی طور پر مل کر بات کرنا پسند کرتا تھا۔

جب فیصل کو یہ مشورہ دیا گیا کہ چونکہ وہ مشرقی علاقے کے لوگوں کو اس طرح سے نہیں جانتا جس طرح کہ وہ حجاز والوں کو جانتا ہے اس لئے اسے مشرقی علاقے میں اپنے آپ کو متعارف کرنے کے لئے ریڈیو اور ٹی وی کا سہارا لینا چاہیے تو اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بھی بہتر طریقہ کروں گا اور وہ یہ ہے کہ میں وہاں جا کر خود لوگوں سے ملوں گا۔

یمن کی جنگ کے آغاز پر جب مصر نے سعودیہ پر حملہ کیا تو فیصل کی تقریریں ملک کے طول و عرض میں پھیل گئیں۔ اس سے کچھ ہی عرصہ پہلے سعود کے گارڈن سے متعلق ایک پریشان کن جھگڑا معرض وقوع میں آیا جو شاہ سعود کے محافظوں کے بارے میں تھا لیکن طول پکڑ گیا۔

Marfat.com

خاندانی خصومت

موسم گرما کے وسط میں شاہ سعود اٹلی' آسٹریا اور جرمنی کے دورے سے واپس آیا اگرچہ اس نے اپنا علاج بھی کروایا تھا مگر واپسی پر اسے جو سیاسی دھچکا لگا وہ اسے دوبارہ اسی حالت میں لانے کے لیے کافی تھا۔

ان دنوں طلال بھی یورپ کے سفر پر گیا ہوا تھا۔ اسے وزارت چھوڑے تقریباً" ایک سال ہو چکا تھا۔ جب وہ یورپ سے واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ ریاض اور مکہ میں اس کے گھروں میں داخل ہو کر شاہی گارڈ نے تلاشی لی ہے اور ایک گھر پر اس کے بھائی نواف نے قبضہ کر لیا ہے۔ طلال کی نواف سے جائداد کے معاملے میں کچھ ان بن تھی۔ طلال اس بات سے بھی باخبر تھا کہ شاہی گارڈ شاہی خاندان کے کسی فرد کے گھر کی تلاشی اس وقت تک نہیں لے سکتے جب تک کہ انہیں شاہی فرمان نہ ملا ہو۔

اس بنا پر طلال نے بیروت رکنے کا فیصلہ کیا اور 15 اگست کو ہوٹل سینٹ جارجز میں ایک پریس کانفرنس کی جس میں پہلے سے تیار کردہ ایک بیان دیا جسے بیروت کے اخبار "الانوار" نے اگلے دن من و عن شائع کر دیا۔ اس بیان میں اگرچہ سعود کا نام نہیں لیا گیا تھا مگر یہ موجودہ حکومت پر کھلا حملہ تھا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ناصر نے طلال کے اس قدم سے مصر والوں نے یہ سمجھا کہ شاید کوئی ایسی سنجیدہ بات ہے جسے وہ حربے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد پانچ ہفتوں میں سعودی ائیرلائن کے دو عملے مصر میں اتر چکے تھے اور چھ نومبر کو متحدہ عرب جمہوریہ کے جہاز سعودی قصبوں پر بم برسا رہے تھے۔ اس تمام کاروائی کا نتیجہ ناصر کی خواہش کے برعکس نکلا۔ یہ تو اس کے نتائج اچانک تھے اور نہ ہی سعودیہ میں کوئی اندرونی گڑبڑ پیدا ہوئی۔

Marfat.com

طلال نے پریس سے خطاب کرتے ہوئے یہ بیان دیا

"مجھے پختہ یقین ہے کہ عرب میں میری جائداد کے ضبط ہونے کا سن کر ملکی اور غیر ملکی لوگوں کو تعجب ہوا ہوگا۔ قرآن میں ہے کہ کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر نہ داخل ہوؤ۔ اور یہی دستور مختلف اقوام میں مسلم ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں شہری کے کوئی حقوق نہیں ہیں۔ ہم کافی عرصہ سے ایسے نظام کا مطالبہ کر رہے ہیں جس میں شہری کے حقوق اور آزادی کا تحفظ ہو اور عامل کی ذمہ داریاں ہوں جو جمہوری تقاضوں اور دستور کے مطابق ہوں۔ اگر مجھ جیسے شخص کی حکومتی ادارے میں کوئی شنوائی نہیں تو ایک عام شہری کی کیا شنوائی ہو سکتی ہے؟"

حقیقت یہ ہے کہ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ میرے خلاف انتقامی کاروائی کا کوئی جواز نہیں ہے اخبارات اور ریڈیو کے ذریعے میرے خلاف یہ پرچار کیا جا رہا ہے کہ میں نے مصر کا دورہ کیا ہے اور مصر کے ساختہ راکٹ بنے اور ان کے کامیاب استعمال پر صدر ناصر کی تحسینی تار ارسال کیا ہے۔ میرے خیال میں ایک عرب ریاست کو دوسری عرب ریاست کے سائنسی کارناموں اور حربی کامیابی پر خوش ہونا چاہیے۔ قبل ازیں ایسے مقاطعے میں نے کبھی نہیں سنا۔

"بعض اخبارات میں میرے ہاتھوں میرے غلاموں اور لونڈیاں کے رہا ہونے کے متعلق خبریں چھپی ہیں یہ خبریں بالکل بے بنیاد ہیں کیونکہ میرے پاس غلام ہے نہ لونڈی جس کو میں آزاد کروں۔ نہ ہی اس خبر میں کچھ صداقت ہے کہ میرے پاس جواہرات ہیں۔

"میں اس موقعہ پر ان لوگوں پر طعن و تشنیع کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں جو میرے والد عبدالعزیز کے خلاف زہر اگلتے رہے ہیں۔ میں پہلے بھی کچھ عرب ریاستوں کے سربراہوں اور حکومت کے انفارمیشن کے شعبوں سے احتجاج کرتا رہا ہوں۔ میں عبدالعزیز کا دفاع اس لئے نہیں کر رہا کہ وہ میرے والد تھے

Marfat.com

یا وہ وفات پا چکے ہیں بلکہ وہ ایک قومی ہیرو تھے اور انہوں نے جزیرہ نما عرب کے ایک وسیع حصے کو مستحکم اور یکجا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اس پر عمل پیرا ہوئے ہیں۔ میں پریس اور صحافتی اداروں کے گوش گذار کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آئندہ وہ جو کچھ کہیں جانچ تول کر کہیں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس میں کس حد تک صداقت ہے۔"

"میں یہ بھی واضح طور پر اور واشگاف الفاظ میں برملا کہتا ہوں کہ میرا کسی گروہ کے ساتھ تعلق نہیں ہے بلکہ عوام کے ساتھ تعلق ہے اور مجھے اپنے کام سے سروکار ہے اگر اپنا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے مجھے آزمائش اور مصیبت میں ڈالا گیا تو اس سے مجھے زیادہ استحکام صبر اور مزید خود اعتمادی حاصل ہوگی۔ جائداد میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی بلکہ مجھے ملکی مفاد عزیز ہے۔ امن و سلامتی ان پر جو سچی بات کہتے ہیں اور دروغ گوئی سے نفرت کرتے ہیں۔"

<بیان کے اختتام پر طلال سے کچھ سوالات کئے گئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ آپ کے ساتھیوں کا تقاضا کیا ہے؟ طلال نے جواب دیا میں اور میرے ساتھی جمہوری طرز کی حکومت اور اسکا استحکام چاہتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی اس قسم کے تقاضے کئے ہیں اور پچھلی دفعہ سوا سال پہلے مطالبہ کیا جب میں سعودی کابینہ کا وزیر تھا۔ میرے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے۔"

جب طلال سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا "آپ اور آپ کے رفقاء کے ذہن میں خاص طرز کا کوئی نظام ہے؟

طلال نے کہا یہ <سوال غیر ضروری ہے۔ جمہوریت جمہوریت ہے خواہ وہ شخصی حکومت (monarchial) کے ڈھانچے میں جمہوری نظام قائم کیا جائے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ منارکیل monarchil ڈھانچے میں جمہوری نظام قائم کیا جائے۔ ہمارے کم خواندہ علاقے میں صرف دستوری شاہی جمہوریہ ہی چل سکتی ہے۔

کافی عرصہ قبل یونانیوں کے ہاں مسیح علیہ سے سالہا سال قبل جمہوریت مروج تھی یہی کیفیت رومیون کے ہاں تھی سعودی عرب میں بیسویں صدی

Marfat.com

عیسوی میں یہ کیوں ممکن نہیں ہے؟"

جب کمیونزم یعنی اشتراکیت کے متعلق سوال کیا گیا تو طلال نے جواب دیا "میں سماجی انصاف کا قائل ہوں اور میرے خیال میں یہی سوشلزم ہے اگرچہ سوشلزم کی کئی اقسام ہیں!

"تاہم میں بائیں بازو والے اشتراکیوں پر یقین نہیں رکھتا"

طلال نے کہا کہ عرب ریاستوں میں ایسے اشتراکیوں نے ابتری مچا رکھی ہے ان کا ہر صورت میں سدباب ہونا چاہیے۔ دائیں بازو والے اشتراکی برطانیہ اور سیکنڈے نیویا میں پائے جاتے ہے۔ سعودی عرب میں اپنایا جانے والا سوشلزم معتدل، میانہ روی کا قائل ماحول تاریخ کے تقاضے پورا کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے نووضع شدہ قانون کے مطابق دولت کی مساوی اور نئے سرے سے تقسیم ہوگی۔

طلال نے کہا کہ سعودی عرب کا آزاد خیال شہزدوں اور موجودہ حکمرانوں کے مابین تضاد ذاتی نوعیت کا نہیں ہے بلکہ ان اصولوں پر جھگڑا اور پرخاش ہے کہ ملک میں کس انداز اور نہج کا قانون مروج کیا جائے۔ اس نے مزید کہا کہ میری جائداد کی ضبطی کا حکم محض اس لئے دیا گیا ہے کہ میں ملک میں اصلاحات کا تقاضا کرتا ہوں۔ میں اور میرا ذہن رکھنے والے افراد عائلہ حکمران طبقہ کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار تعلقات رکھنے کے خواہشمند اور کوشاں رہے ہیں لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ لہٰذا یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اگرچہ میری اصلاحی تحریک کی سعودی حکومت اور اس کے اہلکار مخالفت کریں گے لیکن عوام اور اعلیٰ افراد نہیں کریں گے جن کا نام میں بتانے سے گریز کرتا ہوں۔

<تاہم طلال نے چار امراء کا نام لیا جو اس کے حامی تھے۔

1- عبدالمحسن بن عبدالعزیز 2- بدر بن عبدالعزیز 3- فواد بن عبدالعزیز
4- سعد ابن فہد

طلال نے کہا کہ اس کا تعلق فی الحال سعودی حکومت کے خارجی مسائل سے نہیں ہے کیونکہ ان کی حیثیت ثانوی ہے۔

Marfat.com

جب طلال سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو یو اے آر یونائیٹڈ عرب ری پبلک سے کوئی مدد ملتی ہے طلال نے جواب دیتے ہوئے کہا عرب ریاستوں کو ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اس نے مزید کہا کہ موجودہ حکومت سے میری خصوصیت کا آغاز دس سال قبل ہوا لیکن میں وقتاً فوقتاً" اس میں اپنے تجربے کی بنا پر ترمیم کرتا رہا ہوں۔

17 اگست کو سرکاری طور پر حکم جاری کیا گیا کہ سعودی حکومت طلال کا پاسپورٹ ضبط کرنے کا حکم دیتی ہے۔ شہزادہ طلال نے سینٹ جارجز میں آئے ہوئے سفارتخانے کے اہلکار کو اپنا پاسپورٹ دے دیا۔ تین دیگر شہزادوں نے از روئے ہمدردی کچھ دیر بعد اپنے پاسپورٹ بھی سفارتخانے کے حوالے کر دیئے۔ یہ بدر بن عبدالعزیز' فواد ابن عبدالعزیز طلال کے بھائی اور تیسرا طلال کا کزن سعد ابن فہد تھا۔

قاہرہ کے اخبار "الاھرام" میں یہ خبر شائع ہوئی کہ طلال کی پریس کانفرنس کا سن کر سعود پر غشی اور نیم دیوانگی کی کیفیت طاری ہو گئی اور اس نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ جب میرا بھائی وطن واپس لوٹے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اسی اثنا میں بیروت کے مقامی اخبارات کے مطابق اس کانفرنس کے متعلق لبنان کی سرکاری رائے مکمل طور مخالف تھی وزیر خارجہ فلپ متلہ نے جب طلال کے بیان سے یہ محسوس کیا کہ اس سے سعودیہ اور لبنان کے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں تو اس نے فوراً اپنے صدر کرامی سے ملاقات کی جس کی اپنی رائے بھی طلال کے خلاف تھی چنانچہ وزیر خارجہ نے فوراً" پبلک سیکورٹی کے ڈائریکٹر کو ہدایات دیں کہ وہ طلال سے رابطہ قائم کر کے اسے سمجھائے کہ آئندہ وہ سعودی حکومت کی مخالفت میں کوئی بیان نہ دے اور مواصلات کے ڈائریکٹر جنرل نے پریس کو بھی کہا کہ وہ ایسے بیانات سے گریز کریں۔

طلال نے اس کے جواب میں کہا کہ وہ لبنان کی تواضع سے خاصا متاثر ہے اور وہ اس کی موجودہ حالت سے بھی بخوبی واقف ہے بہرحال وہ لبنان اس لئے آیا تھا کہ اسے وہاں کے لوگ اور ان کی آزادی پسند تھی۔ لہٰذا اس نے

Marfat.com

اپنے بیانات میں ذاتی تنقید قطعی طور پر بند کر دی کیونکہ وہ لبنان میں اس وقت تک رہنا چاہتا تھا جب تک کہ حالات صحیح نہ ہو جائیں اور اسی دوران اسے یہ بھی پتہ تھا کہ اس کے لبنان میں زیادہ دیر ٹھہرنے سے لبنان کی حکومت پر کیا اثرات واقع ہو سکتے ہیں۔

18 اگست کو بیروت کے اخبار "الاحیاء"اور "الصفا" نے امیر عبداللہ ابن عبدالعزیز کا یہ بیان شائع کیا جو اس نے بیروت سے گذرتے ہوئے دیا۔

"میں نے اور میرے دوسرے بھائیوں نے طلال کے بیانات کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی دینا تھا مگر اس کے حالیہ بیان سے ہمارے لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم سچ بات کو سب کے سامنے کھول دیں"۔

"طلال نے یہ الزام لگایا ہے کہ سعودیہ میں کوئی ایسا آئین موجود نہیں ہے جس کے رو سے عوام کو جمہوری آزادی حاصل ہو۔ لیکن طلال اچھی طرح جانتا ہے کہ سعودیہ کا آئین کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ وہ آئین ہے جو خدا نے ہمیں قرآن میں دیا ہے اس لیے اس میں ناانصافی یا غلطی کی (نعوذ باللہ) کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ اور اپنے اس آئین پر سعودیہ کو فخر ہے"۔

"طلال نے وزیر خزانہ بننے سے پہلے یہ کہا تھا کہ اس نے ملک کے لئے ایک آئین کا خاکہ بنایا ہے اور ساتھ ہی وہ چند اصلاحات بھی کرنا چاہتا ہے لیکن جونہی وہ کابینہ کا وزیر منتخب ہوا تو اس نے خود ہی قرآن کو سعودیہ کا واحد آئین قرار دیا۔ ہمارے لیے حیرانی کی بات ہے کہ وہ اپنے موجودہ بیان سے پرانے بیان کی طرف کیوں لوٹ رہا ہے کہیں ایسا کرنے سے وہ دوبارہ اپنی وزارت کی بحالی تو نہیں چاہتا۔ لیکن کسی انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حالات کے رخ کو دیکھ کر اپنے بیان کو بھی موڑ دے طلال نے آئین کے علاوہ اصلاحات کے بھی بڑے شاندار وعدے کیے تھے لیکن اس سلسلے میں وہ کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکا جس سے کہ کسی ریاست کو تو کیا کسی ایک گاؤں کو ہی فائدہ پہنچا ہو۔

جہاں تک سوشلزم کے متعلق اس کا بیان ہے کہ یہ دائیں بازو کا سوشلزم ہے غلط ہے کیونکہ سوشلزم میں ایسی اصطلاحات نہیں ہے۔ صحیح سوشلزم عرب سوشلزم ہے

Marfat.com

جو قرآن کے مطابق ہے"۔

"طلال نے جمہوریت کے متعلق طویل بیان دیا ہے جہاں تک دنیا میں صحیح جمہوری نظام کا تعلق ہے وہ سعودی عرب میں موجودہ ہے۔ ہماری جمہوریت ایسی ہے کہ اس میں حاکم اور محکوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے اس نظام میں ریاست کا ادنی ترین شہری بغیر روک ٹوک کے حکمران کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتا ہے اور شریعت کے متعلق حاکم سے گفتگو کر سکتا ہے۔ طلال نے سعودی عرب میں جمہوریت کے فقدان کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ عرب فرد کے افہام و تفہیم سے قاصر ہے عرب کا مزاج ہی جمہوری ہے۔

"طلال جب چاہے سعودی عرب واپس آسکتا ہے۔ سعودی عرب کی مملکت ہر اس عرب کا خیر مقدم کرے گی جو یہ یقین رکھتا ہے کہ زندگی تعمیری طور پر بسر کی جائے نہ کہ تخریبی طور پر میری خواہش ہے کہ طلال وطن سے باہر نہ گیا ہوتا اور اب مین چاہتا ہوں کہ وہ واپس آجائے۔ ہر شخص کی ملک کی خدمت کرے گا بالخصوص اس صورت میں جب اس کے اس قدر پیروکار ہوں جتنے طلال کے ہیں۔

19 اگست کو طلال اپنے دو بھائیوں اور کزن کے ساتھ قاہرہ پہنچا۔ قاہرہ کے ہوائی اڈے پر طلال اور سعد بن فہد ایک طیارے کے ذریعے جلد ہی اسکندریہ روانہ ہو گئے۔ فواد اور بدر بعد میں کار میں روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر طلال نے صدر ناصر سے ملاقات کی۔ اور اگلے روز قاہرہ کو واپسی سے قبل دوسرے شہزادوں کے ساتھ پھر ناصر سے ملاقات کی۔

مصر میں طلال نے دو ہفتے بڑے مصروف گذارے۔ وہ بیانات، نشریوں اور انٹرویوز میں مصروف رہا۔ مصری اسے بیروت میں یونائیٹڈ عرب ری پبلک اور سعودی حسین کے اتحاد کے مدمقابل استعمال کرتے رہے۔ طلال نے اپنی مرضی سے متعدد موضوعات پر بیانات دئے جو سوشلزم اراضی کی نیشنلائیزیشن، یمن میں تبدیلی کی ضرورت، طریقہ انتخاب، جنرل دیگال، نخلستان بریمی بلکہ سعود کے ہاتھوں اپنے کابینہ سے نکالے جانے کے متعلق تک بھی بیان دینے سے تامل نہ کیا۔ یہاں تک کہ کہ شاہ اور اس کے مابین سمجھوتہ کا بالکل امکان نہیں ہے۔

Marfat.com

ایک سال بعد طلال اور اس کے دیگر ساتھی شہزادوں نے سعودی پاسپورٹس کے اجراء کی درخواست دی جن کے ذریعے وہ سعودی عرب میں داخل ہو سکیں چنانچہ جنوری 1964ء میں انہیں نئے پاسپورٹ مل گئے اور وہ پھر وطن واپس پہنچ گئے۔

7

الباب السابع

جمال عبدالناصر کا صنعاء پر قبضہ

فیصل 15 ستمبر 1962ء کو ایک وفد لے کر یو۔ این - او کی میٹنگ میں شمولیت کے لئے نیویارک گیا۔

دو یوم بعد ریاض میں اطلاع پہنچی کہ یمن کے امام احمد بن یحییٰ کو ہلاک کر دیا گیا ہے جو علیل تھا۔ سعودی شہزادے فہد ابن عبدالعزیز کو جنازہ پڑھنے اور مملکتہ السعودیہ کے شاہ کی جانب سے تعزیت کرنے کے لئے یمن روانہ کیا گیا۔ ابھی ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ اطلاع موصول ہوئی کہ مصری فوج کا ایک افسر خود ساختہ مارشل اور صدر صنعاء پر قابض ہو گیا۔ اس شخص کا نام عبداللہ سلال تھا اس نے 26 ستمبر کو یمن کو جمہوریہ قرار دے دیا۔ احمد بن یحییٰ کے بیٹے نئے امام محمد بن البدر کو بھی ہلاک کر دیا گیا اور قصر شاہی بموں سے اڑا دیا گیا۔

24 ستمبر کو پہلے مصری فوجی دستے اور بعد ازاں صنعاء سے روانہ فوجی دستے بحیرہ احمر پہنچے۔ یہ سارا کچھ ناصر کے ایما پر ہوا تھا اور اس نے کھلم کھلا کہا تھا کہ وہ انقلاب لانا چاہتا ہے۔ 1961ء کے دسمبر میں جب قاہرہ ریڈیو سے انقلاب کا نعرہ بلند ہوا تو مقتول امام احمد بن یحییٰ اس قدر بگڑ گیا تھا کہ اس نے مصری سفیر کو برخاست کر دیا تھا اور اور سول ائر ایگر یمنٹ پھاڑ کر اس کے منہ پر دے مارا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ قاہرہ ریڈیو سے شاہ سعود' اس کی بیگمات' سعودی خاندان اور شامیوں کے خلاف بھی پروپیگنڈا کیا جاتا رہتا تھا۔ شاہ حسین بھی اس زمرے میں

Marfat.com

شامل تھا۔

صنعاء کی نئی جمہوریہ کو روس نے فوراً" تسلیم کر لیا - بعد ازاں یونائیٹڈ عرب ری پبلک اور دیگر عرب جمہوریہ کو اور کئی مغربی ممالک نے بھی تسلیم کر لیا۔ اور اقوام متحدہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ سلال کے نمائندے کو اسمبلی میں ایک نشست دے دی۔

فیصل واشنگٹن میں چند گھنٹے اس لئے گذار رہا تھا کہ وہ امریکہ کے صدر' سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے سینئر اہلکاروں' سینیٹر فل برائیٹ کو پرائیویٹ سیشن میں ملنا چاہتا تھا۔ جب صنعاء میں یکایک تبدیلی کی خبر آئی تو 4 اکتوبر کو دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے وائیٹ ہاؤس میں مسٹر کینیڈی کو واشگاف الفاظ میں کہا کہ دانشمندی یہ ہوگی کہ یمن کی نئی قلمرو کو تسلیم کرنے میں عجلت سے کام نہ لیا جائے کیونکہ اسے انقلابی اقدام نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ مصر کی پشت پناہی اور سازش کا نتیجہ ہے۔ کینیڈی نے کہا کہ وہ مصری عوام کو غذا فراہم کر رہا ہے اس کے لئے مالی امداد دی جا رہی ہے۔ فیصل نے کینیڈی کو بتایا کہ اس امداد سے مکھن نہیں خریدا جا رہا بلکہ توپیں خریدی جا رہی ہیں۔ فیصل نے مزید کہا کہ ہم دونوں خود اعتمادی کے قائل نہیں اور بیرونی فوجوں کی مداخلت اور تسلط پر یقین نہیں رکھتے۔ ابھی چند ہفتے ہی گزرے تھے کہ 29 دسمبر کو امریکہ کے صدر نے یمن کی جمہوریہ کو مندرجہ ذیل شرائط پر تسلیم کر لیا:

1: سابقہ قراردادوں اور اقرار ناموں کی پابندی کی جائے گی۔

2: یمن کے گرد و نواح میں توسیع نہیں کی جائے گی۔

سلال اس امر پر برابر اصرار کرتا رہا کہ عدن اور وفاق یمن کا حصہ ہیں۔ مصری دستے یمن میں بڑھتے چلے گئے۔ ان کی تعداد میں بدستور اضافہ ہوتا رہا۔

جب امریکہ نے نئی یمنی جمہوریہ کو تسلیم کر لیا اور ناصر کو امریکہ کی امداد بدستور جاری رہنے کی یقین دہانی کر دی گئی تو ناصر کے منصوبے کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس نے سعودی عرب کے باغی شہزادوں اور ہوا بازوں اعنی پائلٹوں کی حمایت کرنی شروع کر دی۔ اخبارات اور ریڈیو کے ذریعے سعودیہ کی سرحدوں پر بمباری کی جانے لگی۔ یلغار کرنے والے بھی روسی ہوتے تھے۔

روسی جارحیت کے سدباب کے لئے اور سعودی عرب کے دفاع کی خاطر امریکہ کے صدر کینیڈی نے اپنی نشری تقریر کو کتابی صورت میں شائع کروایا۔ عرب کے سپاہیوں کو سعودی عرب

Marfat.com

میں ہی امریکہ کے افسر تربیت دینے کے لئے آئے۔

شاہ فیصل اور ہر شخص پر اظہر من الشمس ہے کہ صدر ناصر نے یمن کو سعودی عرب پر حملہ کے لئے بطور عقبی دروازے کے استعمال کرنا تھا۔ اس کی توسیع پسندی کے عزائم میں عدن کی بندرگاہ اور تیل کی ریفائنری تھی اور بعد ازاں کویت اور خلیجی ریاستیں تھیں۔ اسی طرح سعودی عرب میں امریکہ کے مفاد کو دھچکا لگنے کا خدشہ تھا۔ یمن میں روسی ہوائی اڈہ بننے سے روس افریقہ کی طرف بڑھنے کا راستہ بنانے کا خواہش مند تھا۔

فیصل اپنے والد ماجد کے زمانے میں حجاز کا وائسرائے' اور وزیر خارجہ رہ چکا تھا اور یمن کی سرحد پر دو مہمات سرانجام دینے کے بعد 1934ء میں حدیدہ کو فتح کر چکا تھا۔

یمن کے حکمرانوں کا قتل پہلی دفعہ نہیں ہوا تھا۔ 1948ء میں 80 سالہ امام یحییٰ کو اس کے وزیر اعظم اور پوتے سمیت ہلاک کر دیا گیا تھا۔ امام مقتول کو فیصل نے چودہ سال قبل شکست دی تھی۔ امام یحییٰ اور اس کے ساتھیوں پر مشین گنوں کے ذریعے اس وقت حملہ کیا گیا تھا جب وہ صنعاء سے گذر کر ایک باغ کی جانب جا رہے تھے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد امام کے دو بیٹوں کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ سازش عبداللہ الوزیر کے ہاتھوں ہوئی تھی جو امام کا رشتہ دار اور مشیر تھا اور جس کے ساتھ حدیدہ پر قبضہ کے وقت 1934ء میں صلح کی گفت و شنید ہوئی تھی۔ امام کا وارث احمد واردات کے وقت جنوبی علاقے میں تھا۔ اب قبائلی علاقوں میں گشت کرنے کے بعد اس نے خاصی مالی اور عسکری امداد حاصل کر لی تھی اور صنعاء میں دوبارہ داخل ہونے کی استطاعت ہو گئی تھی۔

عبداللہ الوزیر کے سازشی ساتھیوں میں سے ایک عراقی باشندہ تھا جو یمن میں جلاوطنی کے دن بسر کر رہا تھا۔ اس کی جلاوطنی اس لئے عمل میں لائی گئی تھی کہ اس نے عراق کے شاہ غازی کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ صنعاء کے لوگوں نے ان دونوں کو پکڑ کر امام احمد کے حوالے کیا اور دونوں بر سرعام تختہ دار پر لٹکائے گئے۔

سازشیوں میں ایک عراقی کبڑا بھی شامل تھا۔ اس ناسپاس گذار احسان فراموش شخص کو مقتول امام نے بغداد ملٹری کالج میں تربیت دینے کے لئے بھیجا تھا۔ یمن واپسی پر سازشیوں کے ساتھ شامل ہو گیا بجائے اس کے کہ محب وطن فوجیوں کو تربیت دیتا الٹا انہیں بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔

Marfat.com

امام کا محافظ ہونے کی حیثیت سے اس کے پاس شاہی عمال پر ہاتھ ڈالنے کا عمدہ موقع تھا یہ دوسرا حملہ عراقی ہاتھ کی بجائے مصری افسر کے ہاتھوں عمل میں لایا گیا۔

سلال غیر ملکی تربیت کے لئے مستثنیات میں سے نہ تھا۔ امام یحییٰ ان لوگوں کو اس مقصد کے لئے چنا کرتھا تا جن کی تربیت کے لئے سفارش کی جاتی تھی ان میں اس کے خاندان کے اپنے افراد بھی ہوتے تھے۔ سلال ایک لوہار کا بیٹا تھا اور اس سے اس امر کی توقع کی جاتی تھی کہ کسی پارٹی سے وابستہ نہ ہونے کے باعث یہ وفاداری کا ثبوت دے گا۔

امام نے اس کا انتخاب کر کے غلطی کی تھی اور امام کے جانشین احمد نے مزید غلطی کا ارتکاب کیا جب اس نے اسے جیل سے نکال دیا خواہ وہ کسی کی سفارش پر ہی کیوں نہ نکالا گیا ہو۔

1962ء میں اقوام متحدہ امریکہ کی یونیورسٹیوں سے تربیت حاصل کرنے کے بعد جوانوں کا ایک دستہ واپس آیا ان میں امام کے کنبہ کے افراد بشمولیت امام کے بیٹے حسان کے تھے۔

فیصل ابھی ملک سے باہر ہی تھا کہ اسے نئی حکومت کی تشکیل کا مشورہ دیا گیا چنانچہ امیر فیصل نے چار اپنے خاندان کے افراد اور آٹھ باہر کے افراد کا انتخاب کیا اور خود وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھالا یہ 25 اکتوبر 1962ء کا واقعہ ہے۔ چند یوم بعد اس نے دس نکات پر مشتمل ایک منشور وضع کیا جس کا مسودہ اس نے خود پڑھا۔ فیصل کو علم تھا کہ وہ مشکل سے دو چار ہے۔ داخلی معاملات اچھے نہ ہونے کے باعث مصر دندنا رہا تھا۔ اور یمن کے بعد اس کا ہدف سعودی عرب تھا۔

امیر فیصل کا فرمان بنیادی قوانین کا فوری انعقاد تھا۔ بلدیاتی اداروں کی قانون سازی' انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے علماء اور فقہاء کی عدالتی قونصل اشاعت اسلام کی حوصلہ افزائی' اصلاحی کمیٹیوں کی ریفارم' سماجی ڈھانچے میں کچھ تبدیلیاں لا کر اقتصادی' سماجی اور تجارتی ارتقاء عمل میں لایا تھا۔

ایک سڑک کی تعمیر بھی ہونی تھی۔ چھوٹی بڑی صنعتوں کا قیام تھا۔ مصارف کا حصول آرامکو سے کیا تھا جو مطلق العنان آئل کمپنی تھی۔

قونصل سے منظوری حاصل کرنے پر بنیادی قانون کی تشکیل کے لئے کمیٹیاں بنائی گئیں۔ ملک کے باشندوں کو یہ احساس ہونے لگا کہ فیصل سے بہتر اور مستحکم تر حکومت کی توقع کی جا سکتی

Marfat.com

ہے۔

انہی ایام میں یہ افواہیں بھی سننے میں آئیں کہ امام محمد البدر سعودی سرحد پر حملہ کرنے آیا ہے جسے صنعا کے محل میں قتل نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے بھیس بدلا ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے کے پاس پہنچا۔ ان قبائل سے ساتھی منتخب کرتا رہا۔ اس کے ماموں الحسن کو جونہی اس کے بچ جانے کا پتہ چلا تو وہ تخت سے علیحدہ ہو کر امور شاہی کو سنبھالے رہا۔ امام کے بچ جانے کا اس کے خاندان کے افراد سے ایک ماہ قبل فلسطین کے معاملے میں سمجھوتہ ہوا تھا۔ اس سمجھوتے کی رو سے دونوں ممالک میں ثقافتی اور انتظامی ہم آہنگی قرار پائی تھی نیز ضرورت پڑنے کے موقعہ پر فوجی امداد کا وعدہ بھی کیا گیا تھا۔

"اتقوا بفراسته المؤمن فهو ينظر بنور الله"

فیصل میں معاملات بھانپنے کی صلاحیت تھی جو اسے ورثے میں ملی تھی اس کی حکومت کے یمن کے ساتھ ہمسایوں جیسا اچھا سلوک تھا۔ فیصل نے فوجی دستے تو نہ بھیجے تاہم مالی امداد، غذا اور اسلحہ بھیجا اس طرح یمن کی حیثیت مصری اور قلمرو میں بغیر ریاست کے بن گئی۔

مصری جھنڈا عوام کا لانعام میں تو جوش پیدا کر رہا تھا لیکن پہاڑی علاقے کے لوگ اس سے متاثر نہ ہوئے۔ حجاز میں کئی یمنی تھے جو باعزت طریقے سے ذاتی امور سرانجام دینے کا موقہ۔ حاصل ہونے کے علاوہ مکہ سے روحانی تقویت حاصل کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

الباب الثامن: 8: جنگ یمن

برطانیہ نے یمن کی جمہوریہ کو تسلیم نہ کیا۔ برطانیہ کا ایک کرنل نائیل میک لین (Neil Maclean) یمن آیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ غیر ملکی حملہ آوروں اور کٹھ پتلی حکومت کی مزاحمت ممکن ہے۔ برطانیہ سے آنے والے کچھ پارلیمانی ممبران کا نقطہ نظر کرنل مذکور سے مختلف تھا۔ ان ممبروں نے صنعاء اور مصر کے مقبوضہ علاقے کا معائنہ کرنے کے بعد کرنیل کے دیئے ہوئے فیصلے کے متضاد فیصلہ دیا۔ مصری کمان بعض وحشیانہ فیصلے دے رہی تھی جس کی مثال ایک ظالمانہ واردات سے دی جا سکتی ہے کہ ایک ہزار اشخاص پر مشتمل جارڈینیا اور سعودی عرب کے دستے کو ہلاک کر دیا گیا حالانکہ ان افراد کا کسی فوج سے تعلق نہ تھا۔

1962ء کے موسم خزاں میں مصری فوج یمنی دیہاتوں پر بمباری کرتی رہی۔ ان کی مزاحمت نہ ہو سکی البتہ کچھ مصریوں کو پکڑ کر گاؤں میں محبوس کر دیا گیا۔

نومبر 1962ء میں مصری ریڈیو سے زہریلا پروپیگنڈا ہونے لگا۔ فیصل نے متحدہ عرب جمہوریہ سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے۔ شام نے عرب ریاستوں سے درخواست کی کہ وہ مداخلت کر کے اس جنگ کو ختم کروائیں مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ دسمبر میں سعودی عرب کی سرحدی چوکیوں پر ہوائی بمبار طیاروں نے نجران اور جبران کے ساحلی قصبوں پر بہت سے فضائی حملے کئے۔ جنوری کی تین تاریخ کو فیصل نے بھی عام حملے کا حکم دے دیا اور تین دن بعد صلح کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں۔

1- یمن سے تمام بیرونی مسلح افواج کی واپسی۔
2- فوجوں کی واپسی کے بعد یمن کے اندرونی معاملات میں کوئی بیرونی مداخلت نہ ہونا۔
3- یمن کا خود اپنے فیصلے سے اپنی حکومت قائم کرنا۔

آئندہ تین سالوں میں فیصل نے مختلف مواقع پر ان شرائط کو بار بار دہرایا۔

اسی دن یعنی سات جنوری کو ریڈیو مکہ نے فیصل کے نام امریکی صدر کینیڈی کا خط پڑھ کر سنایا اور اس خط میں کینیڈی کی طرف سے سعودی عرب کے استحکام اور

Marfat.com

ترقی میں دلچسپی ظاہر کی گئی تھی۔ اس کے فوراً" بعد صدر نے اس اعلان کے ذریعے کہ ماہ فروری میں سعودی عرب میں سعودی اور امریکی مشترکہ بری اور فضائی مشقیں شروع کی جائیں گی اپنی خواہشات کو عوام تک پہنچایا۔ مصر نے امریکہ کے سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کے دوبارہ بہتر ہونے پر امریکہ کی شدید مذمت کی اور اس کے روسی ساخت کے طیاروں نے سعودی عرب کے اندرونی شہروں خمیص، مشیط، ضلع شاہران اور اثیر کے دوسرے مقامات پر مارچ کے آغاز میں حملے شروع کر دیئے۔

چند دن بعد فیصل نے ریاض میں عوام کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ اجتماع میں اکٹھے ہونے والوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب پہنچ گئی۔ اب تک فیصل نے قاہرہ ریڈیو اور پریس کے حملوں کے جواب میں خاموشی اختیار کئے رکھی تھی مگر اس تقریر میں اس نے ان کے حملوں کا بھرپور جواب دیا۔ اس تقریر کا بہت پرجوش خیرمقدم کیا گیا۔ عرب عوام نے فیصل کی تقریر کے جواب میں بھرپور گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اس قدر کہ عرب عام طور پر ایسا نہیں کرتے اور آخر میں جب فیصل لوگوں کے درمیان سے گزرا تو فیصل کے مشیر لوگوں کے فیصل کے گرد اکٹھا ہونے پر فیصل سے کٹ کر رہ گئے۔

امریکہ نے دیکھا کہ سلال مصری تائید سے صغاء میں قدم جما چکا ہے لیکن اسی موقع پر ان کے لئے سعودیہ کے ساتھ بھی تعلقات استوار رکھنے ضروری تھے کہ یہاں پر انہیں تیل کی صورت میں وسیع تر مفاد متوقع تھے۔ چنانچہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ایلس رتھ بینک کو سفیر بنا کر سعودیہ بھیجا تاکہ وہ وہاں جا کر تعلقات کو درست رکھے۔ اس کے بعد مارچ میں اقوام متحدہ کے انڈر سیکرٹری ڈاکٹر بنچ (BUNCHE) کو یمن روانہ کیا گیا تاکہ وہ وہاں جا کر حقائق معلوم کرے لیکن اس کی تمام تر تفتیش ری پبلکن علاقے تک ہی محدود نہ تھی۔ ڈاکٹر بنچ نے مصری فوجوں کی تاحال موجودگی پر تشویش کا اظہار کیا کیونکہ ناصر ان کی واپسی کی یقین دہانی کرا چکا تھا۔ اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ اقوام متحدہ کا ادارہ یمن میں پرامن تعلقات قائم کرنے میں مدد کرے لیکن کیسے؟ اس بارے میں اس نے کچھ نہ کہا۔

صغاء ریڈیو نے ڈاکٹر بنچ کے حوالے سے چند غیر معمولی بیانات دیئے جن میں سے

Marfat.com

چند اردن سے متعلق تھے ان میں واضح برطانوی مداخلت کا ذکر کیا گیا تھا۔ لیکن جب وہ واپس امریکہ پہنچا تو اس نے ان بیانات کا ذمہ لینے سے انکار کر دیا اس نے کہا کہ اس کے خیال میں جنگ بند ہو چکی تھی اور یمن کے شاہ پرستوں کی بری حالت تھی اور یہ خیال ہی تھا کیونکہ وہ ان جگہوں کا دورہ نہ کر سکا تھا۔ یمن سے وہ سعودیہ گیا اور وہاں سے مصر پہنچا۔

سفیر بنکر کی سعودیہ میں گفتگو اور ڈاکٹر بنچ BUNCHE کی مصر اور سعودیہ میں گفت و شنید کا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حکومتیں لاتعلقی کے پلان پر رضا مند ہو گئیں۔ اس منصوبے یا پلان کے تحت سعودیہ اس بات پر راضی ہوگیا کہ وہ رائلسٹس یعنی شاہ پرستوں کی مدد نہیں کرے گا اور انہیں اپنا علاقہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ اور مصر وہاں سے اپنی فوجیں واپس بلا لے گا۔ ان دنوں میں اقوام متحدہ مقروض تھا کیونکہ بہت سے رکن ممالک اس کی مالی امداد نہیں کر رہے تھے چنانچہ اس پلان پر عمل درآمد کی نگرانی کرنے کے لئے مشن کی تشکیل پر جو خرچ آنا تھا وہ مصر اور سعودیہ کے درمیان برابر کا تقسیم کرنا طے پایا۔ اس مشن کے ارکان میں دو سو کینیڈین اور یوگو سلاوین شامل تھے جن کی کمان جنرل فان ہارن کے ہاتھ میں تھی۔ مصر کی مالی حالت کمزور تھی کیونکہ وہ یمنی جنگ میں فوجوں پر خرچ کرتا رہا تھا اس لئے پہلے تو اس نے کہا کہ وہ نقد کی بجائے کسی اور صورت میں اپنے حصے کی ادائیگی کرے گا مگر بعد میں نقد پر راضی ہو گیا۔ اس مشن نے یمن میں چار ماہ قیام کرنا تھا کیونکہ امید تھی کہ اس عرصہ میں تمام کام مکمل ہو جائے گا۔ بی بی سی نے پیشین گوئی کی کہ ان اقدامات کے نتیجے میں ہو سکتا ہے برطانیہ اسے ری پبلکن یعنی جمہوریہ کے طور پر تسلیم کرے اور یہ بھی کہا کہ اب یقین ہے کہ مصری فوجیں واپس روانہ ہونا شروع ہو رہی ہیں۔

مئی میں مصر کی فوج کا کچھ حصہ واپس ضرور گیا اور اس کی واپسی کو بہت مشہور بھی کیا گیا مگر اس کمی کو فوراً ہی پورا بھی کر دیا گیا۔ ناصر نے اپنی ایک تقریر میں یمن کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے ختم کا لفظ استعمال کیا۔ بی بی سی نے کہا کہ "فوجوں کی واپس روانگی کو بہت آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے" لیکن اس نے یہ نہ بتایا کہ ایسا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا جس سے مزید فوج اور اسلحے کی آمد کو بھی دیکھا جا سکتا جو کہ بحری

Marfat.com

اور فضائی راستوں سے ملک میں داخل ہو رہے تھے۔ اقوام متحدہ کے ارکان صرف اس قدر کافی تھے کہ وہ سعودی عرب اور یمن کی سرحد کی نگرانی کرتے رہے اور اس طرح "لاتعلقی پلان" یک طرفہ ثابت ہوا۔

اگرچہ ناصر نے یمنی جنگ کے لئے ختم کا لفظ استعمال کیا تھا مگر سعودی عرب اور یمن دونوں اطراف میں اس کی فوجیں مستعد تھیں اور سعودی اور یمنی گاؤں پر مصری بمباری کی اطلاعات آ رہی تھیں۔ ری پبلکن تکلیف میں تھے چنانچہ طلال اس ارادے سے قاہرہ روانہ ہوا کہ وہ یمنی جمہوریہ کو متحدہ عرب جمہوریہ کے رکن کے طور پر تسلیم کروا لے لیکن اسے اس بات کی صرف یقین دہانی کروائی گئی' رکنیت نہیں دی گئی۔ صنعاء میں یمن کے دو بڑے مذہبی فرقوں زیدی اور شافعی کے درمیان سیاسی مخالفت اور جھگڑوں کی افواہ ان دنوں گرم تھی۔ چنانچہ تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی اور ساتھ ہی ایلیکٹوریٹ کالج بھی بند کر دیا گیا۔ طلال حکومت کے خلاف سازش کی خبریں بھی عام تھیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ری پبلکن مصریوں کو ناپسند کرنے لگے تھے اگرچہ ان کی مدد کے بغیر وہ رائلسٹس کے مقابلے میں کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ ملٹری کی پوزیشن بھی پوشیدہ ہی رہی کیونکہ ایسا ممکن نہ تھا کہ یہ پتہ کیا جا سکتا کہ ملک کے مختلف حصوں میں کیا ہو رہا ہے۔ مئی کے مہینے کے آخر میں بی بی سی نے خدشہ ظاہر کیا کہ ہو سکتا ہے "لاتعلقی پلان" پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے اور یہ خدشہ صحیح ثابت ہوا۔

جون 1963ء میں لندن میں یہ خبر پہنچی کہ مصری فوجی ہوائی جہازوں سے شاہ پرستوں کے گاؤں پر جو حملے کر رہے ہیں ان میں زہریلی گیس استعمال کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ روسی تکنیکی ماہرین کو بھی کنستر کی شکل کے بم ہوائی جہازوں میں لادتے ہوئے دیکھا گیا تھا سینکڑوں کی تعداد میں سعودی اور یمنی شہریوں کے مرنے کی اطلاعات بھی لندن پہنچیں۔ 19 جولائی کو ایک نو سالہ یمنی لڑکا جس کے گاؤں پر حملے میں زہریلی گیس استعمال کی گئی تھی اور اس سے اس کے جسم پر جلنے کے زخم آئے تھے لندن کے ایک ہسپتال میں علاج کے لیے لایا گیا۔ اس کی حالت اور اس کے بیان سے کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی اس کے ہسپتال پہنچنے کے چھ

Marfat.com

ہفتے بعد تک ڈاکٹر یہ بات یقین سے نہ کہہ سکے کہ اس کے جسم پر زخموں کی وجہ زہریلی گیس ہی تھی۔ اگرچہ پریس میں اس بات کی بہت تشہیر بھی کی گئی تھی لیکن اقوام متحدہ نے اس معاملے کی چھان بین کرنے میں ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے نمائندے نے نیویارک میں کہا کہ زہریلی گیس کے حملے کی کوئی اطلاع ہم تک نہیں پہنچی۔ یہ بات حیران کن نہیں تھی کیونکہ اقوام متحدہ نے مستقل طور پر اپنا رابطہ رانلٹس سے اور اپنے بھیجے ہوئے آبدوز مشن سے منقطع کر رکھا تھا۔ استعمال شدہ بموں کے کچھ حصے لندن میں لائے گئے تھے مگران سے کوئی بھی یہ پتہ نہ چلا سکا کہ ان بموں میں واقعی زہریلی گیس استعمال کی گئی تھی جس کا استعمال جنیوا کنونشن کی رو سے ممنوع تھا یا ان میں سفید فاسفورس استعمال کی گی جس کے استعمال پر پابندی نہیں تھی اگرچہ اس کے اثرات بھی زہریلی گیس کے اثرات سے کم خطرناک نہ تھے۔

کچھ عرصہ بعد مصر نے نیپام بم استعمال کرنے کا اقرار کیا یہ بم ان نہتے شہریوں پر گرائے گئے تھے جن کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اپنے اوپر حملوں میں مزاحمت کی تھی۔

جولائی 1963ء میں امریکی کانگریس میں بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ یمن کے معاملے میں امریکی پالیسی میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ آئیووا (IOWA) کے سینیٹر ہکن لوپر جو کہ تعلقات خارجہ کمیٹی کے رکن بھی تھے انہوں نے کہا کہ ناصر اور اسؐ کی حکومت سے عہد نامے کے باوجود مصر نے نہ صرف عہد نامے پر عمل نہیں کیا بلکہ الٹا اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حملے بھی وسیع کر دیئے ہیں اور ان حملوں میں نیپام بم برسائے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہکن لوپر نے مشورہ دیا کہ امریکہ کو چاہیے کہ طلال کی حکومت کو قبول کرنے سے انکار کر دے اور مصری امداد میں بھی کمی کر دی جائے۔ ہکن لوپر کا یہ بیان اور اسٹنٹ سیکرٹری آف سٹیٹ کا جواب خطوط کی صورت میں کانگریس کے ریکارڈ میں شامل کر دیئے گئے۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا جواب ایک برخلاف دستاویز ہے۔ اس میں اقرار کیا گیا کہ اگرچہ سعودیہ نے شاہ پرستوں کی امداد بند کر دی تھی لیکن متحدہ عرب جمہوریہ کے فوجی جیلوں کی گوریلا جنگ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ ٹزانلٹس کا بیان تھا جو کہ

Marfat.com

آدھے ملک پر حکومت کر رہے تھے۔ اسی موقع پر دستاویز میں یہ بھی کہا گیا کہ ملک میں امن بحال ہو چکا ہے جو کہ ایک نامعقول بات تھی۔ اس میں اس بات کی مخالفت بھی کی گئی کہ طلال کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے اس سے دو نقصانات ہوں گے ایک تو قبائلی بدنظمی بڑھ جائے گی اور دوسرا سوویت یونین پر انحصار بڑھ جائے گا۔ اس بات کی بھی مذمت کی گئی کہ مصری امداد میں کمی کے ذریعے سے ناصر کو عہد نامے پر عمل کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس کے آخری الفاظ یہ تھے "اس طرح اس معاملے کی تمام ذمہ داری امریکہ پر پڑ جائے گی"۔

جولائی کے اختتام پر آبزرور سعودی عرب اور یمن کے مابین سرحدوں کو بند کرنے کے ضمن میں اپنی تمامتر مساعی عمل میں لا رہے تھے لیکن مصر کے فوجی دستوں کو یمن میں داخل ہونے سے روکنا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ مرکزی اور شمالی یمن کے پہاڑی خطے شاہ پسند افراد کے زیر نگیں تھے۔ بڑے قصبات جمہوریت پسندوں کے زیر تسلط تھے اور وہ موقع پانے پر وقتاً" فوقتاً" ان شاہراہوں کو استعمال کرتے تھے جو ان قصبات سے ملتی تھیں۔ شاہ پسندوں نے ان سڑکوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ سعودی عرب شاہ پسندوں کی فتح کو اپنی نصرت خیال کرتا تھا اور مصر یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ یمنی مزاحمت اختتام پذیر ہو رہی ہے۔ مصر کے تیس ہزار سپاہیوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔

20 اگست 1963ء کو جنرل فان ہارن General Von Horn نے یکایک استعفیٰ دے دیا۔ جنرل نے وجوہات بیان کیں کہ اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹرز تعاون نہیں کر رہے اور فضائی اور ارضی رسد کی کمی ہے۔ اس کے استعفیٰ سے ان لوگوں کو بہت صدمہ پہنچا جو اقوام متحدہ کو ایک متحد ادارہ سمجھے بیٹھے تھے بالخصوص سکینڈے نیویا کے ممالک کے باشندوں کے جذبات بہت مجروح ہوئے۔

جنرل فان ہارن کے بعد ہندوستان کے جنرل کیانی نے چارج لیا۔ پندرھواڑے کے بعد اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل اوتھان Uthant نے بیان دیا کہ مشن ٹھیک کام کر رہا ہے لیکن 4 ستمبر کو اس سے زبردستی یہ بیان دلوایا گیا کہ مشن انقطاع میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ اوتھاں نے اس ضمن میں ناصر اور سعودی عرب کو مورد

Marfat.com

الزام ٹھہرایا۔

مصر سے فوجی انخلاء بالکل نہ ہوا اور نہ ہی بقول ہمر شولڈ "اقوام متحدہ کے پاس کوئی تلوار تھی" جس سے یہ ادارہ فوجوں کو یمن سے واپس بلا سکتا۔ اقوام متحدہ نے زہریلی گیس کے استعمال کے متعلق رپورٹوں کے متعلق کوئی تحقیق نہ کی جس کا سبب یہ تھا کہ جنرل فان کو رائلسٹ کے ساتھ رابطہ کرنے کی اقوام متحدہ نے مکمل طور پر ممانعت کر رکھی تھی۔

مصریوں اور جمہوریت پسندوں کو ادویات اور طبی علاج کی سہولتیں مہیا تھیں لیکن رائلسٹ محروم تھے۔ دیہاتوں پر بمباری میں تباہ ہونے والے افراد کی تعداد کی بہتات کا سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لندن میں ایک یمنی ریلیف کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کمیٹی کا اہتمام ایک پارلیمانی ممبر سر پیٹرا یگنیو بارٹ تھا۔ پبلک کی فراہم کردہ رقم میڈیکل سٹورز خریدے گئے۔ ادویات اور نقدی عدن بھجوائی گئیں۔ کئی ہفتوں تک یہ ادویات روک لی گئیں اور تب ریلیز کی گئیں جب کمیٹی کے ممبر پہنچے۔ بعد ازاں دیگر ادویات فراہم کی گئیں۔

31 اکتوبر کو بین الاقوامی ریڈ کراس کی رپورٹ جریدہ "دی ٹائمز" میں شائع ہوئی۔ جس میں شاہ پرست کی جانب سے پندرہ سو مقتول بتائے گئے۔ کنوؤں میں زہر ڈالنے کے باعث پینے کا پانی نہیں تھا۔ گھر تباہ و برباد ہو چکے تھے وبائی امراض پھیلنے کا خدشہ تھا۔

ان حالات میں لڑائی پہلے کی طرح جاری تھی اور سویلین آبادی کو بلا وجہ اور بے گناہ نشانہ بنایا جا رہا تھا محض اس وجہ سے کہ بین الاقوامی لاتعلقی یا بے حسی تھی۔ ایک جریدے نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ: اقوام متحدہ کے لئے یہ گوشت پوست کے آدمی نہیں ہیں۔

"فار دی یونائیٹڈ نیشن دیز پیوپل ڈونائٹ ایگزسٹ"

اقوام متحدہ کے حفاظتی ادارے بین الاقوامی ریڈ کراس نے اعلان کیا کہ سعودی یمن کی سرحد پر فیلڈ ہاسپٹل کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس ہسپتال نے بھی رائیلسٹ کے زخموں کے مداوا کی پرواہ نہ کی۔ یمن کی ریلیف کمیٹی سے جس حد تک۔

Marfat.com

ممکن تھا دور دراز کے علاقوں کے لوگوں کی خدمات سرانجام دیتی رہی۔ لڑائی کے دوران زخمی ہونے والے یا سویلین بچاروں کو انٹرنیشنل ریڈ کراس ہسپتال تک رسائی کا امکان کیسے ہو سکتا تھا خواہ وہ کس قدر بری طرح زخمی ہی کیوں نہ ہوئے ہوں۔

31 نومبر کو اقوام متحدہ نے اپنے مبصرین کا مشن یمن سے واپس بلانے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ اپنے مقاصد کی سرانجام دہی میں ناکام رہا تھا۔ بین دلیل یہ تھی سعودی عرب نے جنگ کے مصارف ادا کرنے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ مصر نے اقرار نامہ کی تعمیل سے کوتاہی برتی تھی۔ یکم دسمبر کو مشن میں دو ماہ کی توسیع کر دی گئی اور 4 جنوری 1965ء تک اسے مزید کام کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ مذکورہ مشن کی توسیع اس وقت عمل میں لائی گئی جب ہوائی حملے اور بمباری ہو رہی تھی یہاں تک کہ ریڈ کراس رہلال احمر کی کانوائی تک کو بموں کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔

یمن کی جنگ موسم گرما 1965ء تک جاری رہی اور مزید تین سال تک یمن کے قصبوں پر بم برسائے جاتے رہے۔ بچے اور مستورات صبح سے دوپہر تک غاروں میں رہتے۔ بعد دوپہر حملوں کا زور کم ہوتے وقت وہ نکلتے۔ بعض دیہات بمباری کے باعث مکمل طور پر تباہ ہو چکے تھے اور ان مواضعات کے باسی بری طرح زخمی ہو گئے تھے بعض نے بے بسی کے عالم میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی تھی۔

ان بچارے لوگوں کے پاس ذرائع نہ تھے جن سے وہ اپنے اوپر بم برسانے والوں سے انتقام لیتے۔

"قہر درویش برجان درویش"

ہسپتال سو سو میل کی مسافت تک کوئی نہ دکھائی دیتا تھا۔ ڈاکٹر کا کیا کہنا۔ مرہم پٹی کرنے والا کمپونڈر تک کوئی نہ دکھائی دیتا تھا۔

کبھی کبھار پریس کا فوٹوگرافر مسکرا کر اتنا کہہ دیتا کہ مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ اس زمین کی خاطر جو "چندانی نیرزد" (سعدی) اتنی اہمیت نہیں رکھتی کہ اس کی خاطر انسانی خون بہایا جائے۔

1964ء کے ماہ مارچ میں صدر سلال سوویت یونین گیا۔ جہاں سوویت ...

Marfat.com

معاہدے پر دستخط کرنے کے بعد اقتصادی اور تکنیکی معاونت حاصل کی جو 65 ملین سوویت روبل قرضے کی صورت میں ملی۔ ماہ جون میں وہ پیکنگ یا بیجنگ گیا اور چینی اور یمنی معاہدے پر دستخط کئے۔

Marfat.com

9 : الباب التاسع
اکتوبر 1964ء کو

الملک الفیصل کا سریر آرائے سلطنت ہونا

جنگ یمن جاری تھی کہ پریس نے یہ رپورٹ شائع کی کہ فیصل اور سعود کے مابین اختیارات کی حد بندی واضع نہ ہونے کے باعث ملکی اصلاحات کو صحیح انداز سے عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں ہے۔ پریس نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ اگر سعودی خاندان کو اپنا بقاء درکار ہے اور بیرونی ممالک میں اپنے خاندان کا وقار برقرار رکھنا ہے تو عملی طور پر کچھ کر کے دکھانا چاہیئے۔ سعود کی صحت درست نہیں تھی۔ پریس نے یہ بھی تجویز کی کہ اگر فیصل بحیثیت بادشاہ کے اپنا چارج سنبھال لیں تو ملک و ملت کے لئے بڑے فائدے کی بات ہو گی۔

قبل ازیں بھی اس قسم کی تجاویز پیش کی جاتی رہی تھیں لیکن فیصل تیار نہیں ہوتا تھا۔ اس دفعہ حجازی علمائے کرام اور مفتی نے بھی فیصل کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی۔

1964ء کے موسم خزاں میں جب فیصل قاہرہ سے جدہ واپس ہوا تو حالات دگرگوں اور ناگفتہ بہ تھے۔ فیصل کو پھر تاج و تخت قبول کرنے کی استدعا کی گئی شہزادے اور علماء ایک طرف تھے اور فیصل دوسری طرف دونوں پارٹیاں اپنی اپنی رائے پر ڈٹی ہوئی تھیں چنانچہ اگلے ہفتے اسی طرح گزر گئے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ جب فیصل ایک ہفتے کے لئے جدہ سے ریاض روانہ ہونے لگا تو شہزادے بھی ریاض پہنچ گئے اور انہوں نے 29 اور 30 اکتوبر کو کئی مجلسیں منعقد کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ 31 اکتوبر کو آدھی رات کے وقت یہ فیصلہ کر ہی دیا جائے۔

دریں اثناء شہزادے سعود ابن سعود کو کئی بار کہہ چکے تھے کہ آپ تخت سے علیحدہ ہو جائیں ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ معزولی کے بعد آپ کو ترک وطن کا ہرگز نہیں کہا جائیگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ سیاسی سرگرمیوں سے مکمل طور پر دست

Marfat.com

بردار ہو جائیں۔ لیکن اگر سیاست سے لاتعلقی نہ اپنائیں گے تو وطن چھوڑنا پڑیگا۔ ساتھ ہی شہزادوں نے وعدہ کیا کہ دونوں صورتوں میں الاؤنس حسب معمول دئے جاتے رہیں گے۔

شہزادوں میں بحث تمحیص کے دوران یہ بھی مسئلہ پیش آیا کہ فیصل کے بادشاہ بننے پر ولی عہد کسے بنایا جائے۔ تخت نشینی کے دستور کی رو سے ولی عہد شہزادہ محمد نے بننا تھا اور اس کے بعد شہزادہ خالد کی باری آنی تھی جو فیصل کا بھائی تھا۔ شہزادہ محمد کئی سال سے سیاست سے لاتعلق ہو چکا تھا اور اس نے اپنی خدمات صرف بحران کی صورت میں پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

جب علماء اور شہزادے میٹنگ میں مصروف تھے فیصل جدہ اور ریاض سے 1300 کلو میٹر کے فاصلے پر مختلف قبائل میں گھوم پھر رہا تھا۔ دارالخلافہ میں افواہیں پھیلنے لگیں کہ قیادت میں زبردست تبدیلی آنے والی ہے۔ ریاض کے لوگ حسب معمول اپنے کام کاج میں مصروف رہے کیونکہ انہیں علم تھا کہ جو تبدیلی ہو گی وہ ہر شخص پر واضح ہے۔

ایک نامہ نگار نے ریاض سے تحریر کیا کہ سعودی حکومت میں دو کلیدی آسامیاں شاہ اور بعد ازاں ولی عہد کی ہیں اور پھر انتظامیہ کی جو علماء اور شہزادوں پر مشتمل ہوتی ہے اور قونصل کے نام سے موسوم ہے۔ اگر اول الذکر کام بطریق احسن سرانجام نہ دے سکے تو موخر الذکر پیش قدمی کر کے حالات کو سدھار دیتی ہے۔ چنانچہ اکتوبر 1964ء کے چار ہفتوں میں قبل اس کے کہ فیصل سریر آرائے سلطنت ہو یہی کچھ درپیش آیا۔

جب آٹھ ماہ قبل جب علماء نے فتویٰ دیا تھا کہ سعود تمام شاہی مراعات فیصل کے حوالے کر دے تو سعود اور اس کے چند بیٹوں نے فتویٰ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مصر کا رخ کر لیا تھا۔ فیصل اگرچہ امور سلطنت میں مصروف تھا اس نے اس مسئلہ کو بڑے صبر و تحمل سے نبٹایا۔ سعود کو بار بار ترغیب دی گئی کہ وہ فیصل کے ساتھ تعاون کرے لیکن اس نے فتوی کی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ دونوں کے تعلقات میں کشیدگی آگئی۔

فیصل کو 1958ء کا زمانہ یاد آگیا جب اس نے سعودی کرنسی کو گرنے سے بچایا

Marfat.com

تھا۔ اسے یمن کی جنگ بھی یاد آئی تب اس کا بھائی سعود یمن کی جنگ کا سن کر انگشت بدنداں رہ گیا تھا۔ فیصل نے چھوٹا بھائی ہونے کے باعث بارہا صلح صفائی کی کوشش کی لیکن سعود کے حواری اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور وہ فیصل کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہے۔

جب فیصل سکندریہ کی سمٹ میٹنگ سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ سعود ایک نئے حربے اور انداز سے حکومت کو پامال اور ذلیل کرنے کے درپے ہے۔

نئے بجٹ کے پیش کرنے کا زمانہ آیا اس میں لامحالہ سعود کے مصارف میں کمی اور عوام کے لئے اخراجات میں زیادہ رقم مختص کرنی ضروری قرار پائی تھی۔ کئے سارے منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچائے جانے تھے تاکہ عوام کی حالت سدھر سکے۔ فیصل نے اس موضوع پر سعود اور اس کے اقرباء سے اس موضوع پر گفت و شنید کی لیکن جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو فیصل نے تمام صورت حال دستاویزی ثبوتوں اور واقعات کے ساتھ دیگر شہزادوں اور کونسل کے سامنے پیش کی۔ قونصل نے بغیر وقت ضائع کئے یہ فیصلہ کیا کہ اس مسئلہ کا واحد حل یہ ہے کہ سعود کو اس امر پر آمادہ کیا جائے کہ وہ فیصل کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ اس کے چچا عبدالرحمٰن جو بچپن سے اس کس دوست بھی رہے تھے۔ انہوں نے سربراہ شیوخ کے ساتھ گفتگو کی۔

25 اکتوبر کو جب فیصل جدہ سے ریاض روانہ ہونے لگا تاکہ بجٹ پیش کیا جائے اور کئی منصوبوں کے بارے میں گفتگو ہو جن پر عمل پیرا ہونا ہے تو اس نے یہ مناسب خیال کیا کہ راستے میں شیوخ سے گفتگو کرتا جائے اور اگر وہ کوئی مشورہ دیں تو اسے سنا جائے۔

دریں اثنا ریاض میں کئی شیوخ اور علماء اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ شہزادوں نے کئی مجلسیں منعقد کیں۔ آخری میٹنگ پرنس خالد کے محل میں ہوئی جو ڈپٹی پرائیم منسٹر تھا۔ 29 اکتوبر کو متعدد علماء عرب کے مفتی اعظم الشیخ محمد بن ابراہیم کے ہاں اکٹھے ہوئے بعد ازاں ریاض کے صحراء ہوٹل میں میٹنگ کی گئی جس میں ایک سو شہزادوں اور پینسٹھ 65 علماء نے حصہ لیا جو سعودی عرب کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے تھے دریں اثنا سعود نے باہر جانے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن شہزادوں اور علمائے

Marfat.com

کرام کو اس کے مقاصد پر شبہ ہوا اور اس میٹنگ میں مشترکہ طور پر یہ طے پایا کہ الملک الفیصل کو شاہ قرار دیا جائے۔ متفقہ طور پر فتویٰ تیار کیا گیا اور وفد یہ فتویٰ لے کر شاہ کے پاس پہنچا۔

فیصل کو یہ خبر دوران سفر پہنچی جب وہ ایک قبائلی شیخ کے ہاں مقیم تھا۔ جب فیصل تک یہ پیغام تحریری صورت میں پہنچا تو اسے پڑھنے کے بعد ظہر کی اذان کی آواز سنائی دی فیصل کچھ کہے سنے بغیر نماز پڑھنے چلا گیا۔ جب علماء کا وفد فیصل کو ملا تو اس نے کہا ہمیں مغرب کی نماز تک فیصلے کی اجازت دی جائے جب فیصل سے پھر پوچھا گیا تو فیصل نے کہا کہ اب میری باری ہے کہ میں پوچھوں کہ تم کیسے فیصلہ کرنا چاہتے ہو؟"

وفد نے جواب دیا کہ:

"ہم آپ کو بادشاہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

فیصل نے کیا کہ جو بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہے اس کا کیا ہوگا؟ اس پر وفد کو خاموش دیکھ کر فیصل نے کہا۔

ملک عبدالعزیز کے ہاں یہ دستور نہیں ہے کہ جب تک ترغیب کے تمام دروازے بند نہ ہو جائیں تو شاہ کو معزول نہ کیا جائے۔ کیا تم نے تمام مساعی کر دیکھی ہیں۔

ممبران وفد نے کہا۔

"آپ فی الواقعی شاہ کہلانے کے مستحق ہیں"

وفد ریاض واپس آیا اور انقریہ محل میں پہنچا تاکہ موجودہ بادشاہ کو پوچھا جائے کہ وہ خود تخت چھوڑیں گے یا ان سے تخت چھڑوایا جائے گا۔ وفد نے کہا کہ دونوں صورتیں آپ کے سامنے ہیں۔ ساتھ ہی وفد نے فیصل کے رویے کی تفصیل شاہ سعود کے گوش گذار کی۔ بالاخر جب وفد کے ممبر جانے لگے تو وہ کہہ گئے کہ ہم 2 نومبر کو فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں گے۔

دریں اثنا فیصل خرج پہنچا جو ریاض سے ستر کلو میٹر کی مسافت پر ہے۔ وفد کے ممبر فیصل کے پاس پہنچے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ فیصل نے پھر انہیں کہا کہ ترغیب کی مساعی جاری رکھیں کیونکہ شدت کا رویہ سعودیہ خاندان اور تخت دونوں

Marfat.com

کے وقار کے منافی ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ جب دونون خطرے سے دو چار ہوں۔ وفد نے کہا کہ اب فتویٰ کا عملدر آمد آپ کے اور شہزادوں کی کونسل کے ہاتھ میں ہے۔

31 اکتوبر کو سربر آور دہ شہزادوں اور شاہی خاندان نے شاہ سعود سے رابطہ قائم کیا جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اسی روز فیصل خرج کے کیمپ سے ریاض پہنچا۔ سعود کی خدمت میں جا کر کہا کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ ساتھ ہی عرض کیا کہ آپ کو علمائے کرام اور شہزادوں کے فیصلہ کی پاسداری کرنی چاہیے اور اسے عملی جامہ پہنانے میں تامل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ ان کے وقار کا مسئلہ ہے۔

خرج سے واپسی سے قبل فیصل اپنے بھائی خالد کے محل میں پہنچا اور وہاں کچھ وقت خالد اور دیگر شہزادوں کے پاس گزارا۔ یکم نومبر کا سارا دن بغیر کسی نتیجے کے گذر گیا کیونکہ سعود ہر تجویز رد کرتا رہا جو اسے تخت سے دستبردار ہونے کے لئے پیش کی جاتی رہی۔

اسے بتایا گیا کہ اس کا اقتدار اس وجہ سے ہے کہ شہزادوں اور علماء نے حلف وفاداری اٹھایا ہے اور اگر یہ دونوں پہلو تہی کریں تو شاہ کا اقتدار خود بخود ڈانوں ڈول ہو جائے گا۔ چنانچہ انہیں ایسا ہی کرنا پڑا نیز خالد کو ولی عہد قرار دیا گیا۔

بیروت کے جریدہ "الاحیا" کے نامہ نگار کو ایک شہزادے نے بتایا۔

"ہم نے ملکی بقاء پر سعود کی حکومت کو قربان کیا"

یکم نومبر کی شام کو ریاض میں فیصل کے استقبال کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اگلی صبح کو وزراء کی قونصل نے دو اہم دستاویز و فرامین کی منظوری دی۔

i) علماء کا فتویٰ جس کے ساتھ فیصل کے حق میں وفاداری کے حلف نامے نتھی کئے گئے۔

ii) خط جس پر شاہی خاندان کے افراد کے دستخط ثبت تھے۔

قونصل کے ممبران شہزادہ خالد کی سربراہی میں کاروں میں سوار ہو کر فیصل کے پاس پہنچے اپنا فیصلہ سنایا اور الملک الفیصل کو ساتھ لے کر ریاض واپس آگئے۔

اب الملک الفیصل کی تنہیست کی خاطر آنے والے وفد کا تانتا بندھ گیا۔ فیصل

Marfat.com

نے ان وفود کا استقبال اپنے بھائیوں کے گھیرے میں قصر احمر میں کیا۔

سعود اپنے بیٹوں کے ساتھ اپنے محل میں رہا۔ اس کے بعض بیٹے بدر، خالد اور تامر یورپ گئے ہوئے تھے۔ انہیں بذریعہ کیبل بلایا گیا۔ سعود کے محل النصریہ پر زبردست حفاظتی اقدامات کئے گئے اور گارد متعین کی گئی۔ یہ افواہ پھیل گئی کہ سعود باہر جانے کی تیاریوں میں مصروف ہے اور اطالیہ، غربی جرمنی یا سوئٹزرلینڈ قیام کرے گا۔ اس ضمن میں قصر النصریہ کا رابطہ تینوں ممالک سے قائم تھا۔

چونکہ معزول بادشاہ فیصل کے حق میں حلف وفاداری سے بدستور انکار کر رہا تھا۔ شہزادوں نے شہزادہ محمد کو میمورینڈم کا ڈرافٹ تیار کرنے کو کہا جس میں سعود سے اس کے ارادے کے متعلق پوچھا گیا ساتھ ہی خبردار کیا گیا کہ بصورت دیگر اسے جبری طور پر جلا وطن کیا جائے گا۔ یا اگر وہ سعودی عرب رہنا چاہے تو اسے اس کے محل میں نظر بند کیا جائے گا۔ باپ بیٹوں میں بحث ہوتی رہی لیکن کوئی تجویز پیش نہ کی جا سکتی تھی کیونکہ قبائلی حمایت ختم ہو چکی تھی۔ بلاخر معزول بادشاہ کو رائے عامہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ساتھ ہی وہ ملک کو بھی الوداع کہہ گیا۔

الملک الفیصل نے اقتدار سنبھالنے کے بعد قونصل میں تبدیلی کے علاوہ توسیع بھی کردی۔ اپنا اصلاح کردہ نیا رفاہی بجٹ پیش کیا نیز ریڈیو اور پریس کے ذریعے عوام کو مطلع کیا کہ جو کچھ کیا گیا ہے وہ سوچا سمجھا اقدام ہے۔

25/ مارچ 1975ء کو شاہ فیصل اپنے ایک رشتہ دار کی تلوار کا نشانہ بنے اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ ان کی شہادت پر سارے عالم اسلام میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھا گیا۔ ان کی زندگی اور موت اسلام کی سربلندی کی خاطر تھی۔

* * *

Marfat.com

۱۰: الباب العاشر
سعودی خاندان

ستمبر 1932ء کے ایام میں شاہ ابن سعود نے اس مملکت کا نام مملکت سعودی عرب رکھا جس کی بنیاد اس نے رکھی تھی۔

یہ قبیلہ بہت لمبا چوڑا ہے یہاں تک کہ اس کی شاخوں کا خاکہ یاد رکھنا بھی آسان کام نہیں ہے۔ اس خاندان کے جد اعلیٰ سعود ابن مقرن تھے جو دیریہ میں سریر آرائے سلطنت رہے ان کی وفات 1747ء میں ہوئی۔ ان کے بیٹے محمد نے اپنا روحانی رابطہ مشہور مذہبی ریفارمر مصلح اور قاطع البدعت محمد بن عبدالوہابؒ سے کر لیا۔ ان کے تعاون سے نجد اور اس کے گردونواح کے علاقے کو زیر نگیں کیا۔ ان کے پوتے کے تین بیٹے 1821ء سے 1834ء تک اس علاقے پر حکمران رہے۔ ان تین بیٹوں سے آگے تین شاخیں چلتی ہیں۔

(ا) قبیلہ الفیصل جس کے چشم و چراغ ابن سعود تھے۔

(ب) قبیلہ الجلوئی

(ج) قبیلہ العبداللہ

سب سے بڑے بیٹے کو جانشین' وارث تخت بنانا عربوں کے حق میں نہیں جاتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ شاہ فیصل جو اپنے باپ کا تیسرا بیٹا تھا تخت سے تقریباً نوے نمبر پر ہوتا اور لمحہ بہ لمحہ دور سے دور تر چلا جاتا۔

پہلی بات یہ ہے چونکہ ابن سعود کا سب سے بڑا بیٹا ترکی جو شباب میں فوت ہو گیا اس کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں اور بیٹے فیصل ابن ترکی کی چند بیٹیاں اور پوتے ہیں۔

دوسری وجہ کیونکہ ابن سعود کا دوسرا بیٹا جس نے گیارہ سال حکومت کی اس کے چالیس سے زیادہ بیٹے اور کئی دختران اور پوتے ہیں۔ از روئے فراست عرب امارات اور شیوخ میں عرصہ سے رواج ہے کہ سب سے لائق قریبی رشتہ دار جانشین بنتا ہے۔ وہ عام طور پر چچا ہوتا ہے یا بھائی۔ ایک بچہ یا نوجوان لڑکا ہمیشہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ فطری طور پر قیادت کے قابل نہیں ہوتا اور اس کے مستقبل کی

Marfat.com

قابلیتوں کا علم نہیں ہوتا۔ جانشین اکثر دیکھا بھالا منتخب ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا شخص ہوتا ہے جس کی پہلے سے ہی عزت ہو رہی ہوتی ہے۔ وفات کے وقت سردار جو خواہش بیان کرتا ہے اور بعد میں خاندان کے ارکان اور قبیلے یا نخلستان کے بزرگوں کا مل کر کہہ دینا نئے لیڈر کے تسلیم کئے جانے کا تعین کرنے کے لئے کافی ہے۔ یقیناً سردار جانشین کا نام تجویز کرنے کے خلاف ہوتے تھے۔ جب ان کی صحت ٹھیک ہو 1932ء سے 1933ء تک سعود کو تخت و تاج کا وارث نامزد نہ کیا گیا تھا۔ باپ کے پہلے بادشاہ ہو جانے کے 7 سال بعد تک بھی ان چھ سالوں میں مغربی نظریہ و خیالات کا اثر و رسوخ کارفرما رہا۔ یہ پوچھا جاتا رہا کہ اس بادشاہت میں تخت و تاج کا کون وارث ہے؟ جانشین کے نام کا فیصلہ کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا مغربی سفارتی حلقوں کو معلوم ہوتا ہے۔ حوالہ جات کی کتابوں کے مدیروں کو اور دوسروں کو وہ پوچھتے تھے لیکن کوئی اتا پتا نہ چلتا تھا۔

نجدی اس قسم کے خیال کے عادی نہ تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے ابن سعود پر بادشاہ کا خطاب اپنانے پر اعتراض کیا تھا۔ وھابی جوش ابھی ابھر رہا تھا۔ اور نجدیوں میں بہت بڑا سعودی قبیلہ شامل تھا جس کے درمیان وہ شاخیں تھیں جو کہ سابقہ حکمران سعودی سرداروں کی نسل سے تھے۔ جیسے ابن سعود تھا۔ وہ لازمی طور پر تمام اس کے وفادار نہ ہوتے تھے جب تک وہ ان پر حکومت کرنے اور تسلط میں رکھنے کی قابلیت ثابت نہ کر دیتا۔ یہ ایک ایسا مقام تھا جسے ان کی رائے میں وہ ابھی اس قابل نہ تھا کہ کہے میں کامیابی سے ہم کنار ہو گیا ہوں۔

خاندان کے ارکان عادتاً" عم زادی سے شادی کرتے تھے۔ جیسا کہ عرب کا رواج ہے۔ پہلی کزن سے شادی کا حق انہیں پہلے سے ہی حاصل تھا۔ اور ابن سعود نے ایک نکتہ نکالا کہ کسی مرتبے والے قبیلے میں شادی کی جائے۔ کیوں کہ طلاق آسان ہے اور چار بیویاں ایک وقت میں رکھنے کی اجازت ہے شادی کے ذریعے وہ ایسے خاندانوں سے ایک دفعہ یا کئی دفعہ متحد ہو سکتا تھا۔ بادی النظر میں یہ ایک کمزوری محسوس ہوتی ہے کہ بڑا اور ہمیشہ بڑھتے رہنے والا خاندان حاصل کیا جائے۔ لیکن شادی سے ایسے ایسے اتحاد عمل میں آتے ہیں جن کا اور کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس

Marfat.com

کے بیٹوں نے اس کی پیروی کی دوسرے سعودی ان کے متعلق ایک ایسا پول مہیا کرتے تھے جس میں سے وزرا اور گورنر اور سینئر سول ملازمین جو ملک کی کامیابی کے ضمن میں لگن سے کام کرتے تھے حاصل کئے جا سکتے تھے۔ یہ پول ایسی ریاست کے لیے فائدہ مند تھے جو 1200 میل لمبی 800 میل چوڑی ہو۔ اور جس میں قصبوں کے درمیان دور دور تک صحرا ہو اور صوبے اور ضلعے مختلف ہوں۔ افراد مختلف اطوار اور ضروریات رکھتے ہوں۔ مواصلات کو ترقی دینے سے وہ ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے ہیں۔ لیکن سعودی قبیلے نے ایک دوسرے سے مل کر رہنے کی قوت مہیا کی ہے جو اب تک پنپتی چلی جا رہی ہے **اللھم زدفزد**

دستورالعمل کی شکل جو اس کے وسیع خاندان میں تھی جسے سن کر ایک یورپی کو خیال آ سکتا تھا وہ آسانی سے طے ہو گئی۔ یہ پیدائش کی ترتیب پر چلتا ہے اور خاندان کا ہر فرد جانتا ہے اپنی پیدائش کی گھڑی اور تاریخ کم از کم خاندان کی صفوں کے اندر پیدائش کی ترتیب عام طور پر موجود ہوتی ہے۔

سعودی شاخوں سے اور کچھ شیخ خاندانوں جن میں وہ ایک دوسرے سے شادی کر لیتے ہیں۔ ان سے ہٹ کر وہاں ایک بڑا سدیدی خاندان ہے۔ جس کے ساتھ وہ اکثر شادی کر لیتے ہیں۔ ابن سعود کی والدہ سارہ بنت احمدؒ الکبیر السدیدی تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ لمبی تھی اور یہ کہ اسی کی وجہ سے سعود خاندان میں طویل قد کے افراد ہیں۔

شاہ فیصل کی پہلی بیوی سلطانہ بنت احمدؒ السدیدی تھی۔ اس کا پہلا بیٹا عبداللہ اسی سے پیدا ہوا تھا۔ عبداللہ جس کے اب 6 بیٹے ہیں سابقہ دور میں فیصل کے نائب کے طور پر کام کرتا رہا جب وہ حجاز کا وائسرائے اور وزیر خارجہ رہا۔ یہ وزیر صحت اور وزیر امور داخلہ کے فرائض بھی سرانجام دیتا رہا باپ کی طرح وہ خود شعر کا دلدادہ اور شاعری سے پیار کرنے والا تھا اس نے اپنی نظموں کی ایک کتاب شائع کی۔ اس کی نظموں میں سے ایک مصری موسیقارہ نے راگ کے طور پر ایک نظم گائی یہ مغنیہ ام کلثوم تھی۔ اس نے بعد میں کاروبار کر لیا اور جدہ میں مقیم رہا تھا۔ مذکورہ بالا نظم وحی الحرمان کے نام سے قاہرہ سے 1959ء میں شائع ہوئی تھی۔

ابن سعود کی بیوی حصا بنت احمد السدیدی تھی۔ وہ ریاض سے باہر وادی لبان میں

Marfat.com

قیام پذیر رہی ہے۔ جو وادی حنیفہ کی جگہ واقع ہے وہ جب ریاض میں ہو اپنے تمام بیٹوں سے اپنے گھر کھانے پر حاضر ہونے کی توقع رکھتی ہے یا وجہ جاننا چاہتی ہے کہ کیوں نہیں آ رہے ہیں۔

حصا کے بیٹے یہ ہیں : فہد جو 1921ء میں پیدا ہوا : سلطان وزیر دفاع : سلمان ریاض کا گورنر : عبدالرحمٰن۔ نائف۔ ترکی۔ احمد اور عبداللہ۔ آخری بیٹا محمدؒ ہے جو ابن سعود کا بھائی ہے جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی۔ سدیری کے پاس وزارت اطلاعات کی نیابت ہے اور وہ ایک اور سدیری اہم علاقوں کے گورنر ہیں جن میں قدیم جنوبی سرحدی قصبہ نجران کا ہے۔ اور ساتھ بہت بڑا ضلع ہے جو اسی نام کا ہے۔ ہمسایہ میں قصبہ اور جیزان کا ضلع بحیرہ احمریہ اور جدہ کی بندرگاہ اور تبوک' العلا اور مہاد کے اضلاع اور نخلستان اور دس کے قریب اور ہیں ابن سعود کے تقریباً 25 یا اس سے زیادہ بیٹوں اور پوتوں نے سدیری لڑکیوں سے شادیاں کی ہیں۔ اور ان سب کی رگوں میں سدیری خون موجزن ہے ابن سعود کی والدہ کے ذریعے سے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔

ابن سعود کا بیٹا محمدؒ جس کو شاہ فیصل نے اپنا ولی عہد بنانے کی پیشکش کی 1910ء میں پیدا ہوا۔ خالد جس نے پیش کش قبول کرلی 1912ء میں پیدا ہوا اور العنود ان کی بہن 1912ء میں پیدا ہوئی۔ تمام جوہرہ بنت مساعد سے ابن سعود کے بچے تھے۔ جن کی ماں خود سدیری قبیلے کی چشم و چراغ تھی۔

سعود خاندان کی جیلووی شاخ جیلووی کی اولاد سے ہے جو ابن سعود کے دادا کا بھائی تھا۔ شاہ فیصل کی ایک اور بیوی کا جیلووی خون تھا۔ اس کے بطن سے فیصل کے دو بیٹے ہوئے۔ خالد اور سعد۔ ان دونوں نے سعودی قبیلہ میں عم زادیوں سے شادیاں کیں۔ ابن سعود نے جب ریاض پر دوبارہ قبضہ کیا عبداللہ الجیلووی ابن سعود کا ساتھی تھا۔ کئی سال تک اس نے الحصا پر گورنری کی جہاں پر اس کا بیٹا اس کا جانشین بنا اور ابھی حکومت کرتا ہے۔ کیونکہ تیل الحصا کی گورنری کے دور میں دریافت ہوا اور مشہور ہو کر الحصا کو غیر معمولی طور پر اہمیت حاصل ہو گئی۔ عبداللہ کی حکومت کے ابتدائی ایام میں عجمی قبیلہ اور دوسرے قبائل شورش کرنے لگے۔ اس

Marfat.com

کے حوصلہ' انصاف اور سختی اور ساتھ ہی متاثر کرنے والی آنکھوں اور مضبوط شکل و صورت نے اسے ایسے مشکل ایام کے لیے ایک مثالی گورنر بنا دیا۔ اس کی نیک نامی زندہ ہے اور جب اس شاخ کا نام لیا جاتا ہے تو مہارت رکھنے والے برادر گورنر عبداللہ کا خیال معاً" ذہن میں آجاتا ہے۔

سعود کی ایک اور شاخ ثونیاں کی اولاد سے ہے۔ یہ سعود کا پوتا تھا جو خاندان کا بانی تھا اور عبداللہ ا ثونیا جو ریاض کا 1841ء اور 1843ء کے درمیان سربراہ رہا۔ یہ ایک شاخ تھی جس نے بعد میں عثمانی ترکیہ میں اپنا مستقر بنا لیا۔ احمد ا ثونیہ جس نے ترکیہ میں پرورش پائی۔ ابن سعود کا بطور سیاسی داست راست بن کر آیا ابن سعود کی خدمت کے لئے یہ پہلی عالمی جنگ سے پہلے جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد تک دست راست رہا اور اس کے بیٹے شاہ فیصل کے ساتھ 1919ء میں انگلستان اور جنگ فلینڈرز کے میدان جنگ میں گیا۔

وہ 1921ء میں داعیٔ ملک اجل ہوا جبکہ ابھی نوجوان تھا اور اس کی بیوہ فیصل نے استنبول میں دیکھی جب وہ 1932ء میں یورپ سے واپس آ رہا تھا اسے اور اس کی بیٹی کو ریاض آنے کی دعوت دی۔ اور واپسی کے بعد بہت جلدی فیصل نے اس کی بیٹی عفت سے شادی کر لی' جو اس کی پیاری بیوی بن گئی اور بہت ہی اہم حیثیت کی مالکہ رہی ہے۔ اس کے اس سے کئی بیٹے ہیں۔ اور اس کے سات لڑکے امریکہ کے ایک سکول میں پڑھتے رہے ہیں۔ محمدؐ 1937ء میں پیدا ہوا پرنسٹن میں ہن سکول میں پڑھا اور پھر لارنسول اکیڈیمی میں گیا جہاں سے اس نے 1958ء میں گریجویشن کی۔ پھر وہ کیلے فورنیا میں کالج میں داخل ہوا۔ جہاں سے اس نے 1964ء میں بی - اے کی ڈگری حاصل کی۔ سعودی عرب کی اقتصادی ایجنسی میں دو سال تک کام کر کے وہ زراعت کی وزارت میں تبدیل ہو گیا۔ کیونکہ وہ آب رسانی کے مسائل کا ماہر تھا اور ان میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن عزام کی بیٹی مونا سے شادی کی اور اس کے دو بچے ہیں۔ خالد بھی ہن سکول اور پرنسٹن یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہا۔ بعد میں آکسفورڈ چلا گیا۔ اس نے سعودی خاندان میں ایک عمرادی سے شادی کی ہے۔

سعود نے اپنے بھائیوں کی طرح ہن سکول سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا' پرنسٹن

Marfat.com

یونیورسٹی میں داخل ہوا اور ڈگری 1965ء میں حاصل کی۔ اس کی شادی اپنے چچا شاہ سعود کی پوتی سے ہوئی۔ وہ اس کے تایا امیر عبداللہ ابن عبدالرحمٰن کی بھی پوتی ہے۔ عبدالرحمٰن نے ہن سکول سے گریجویشن کی اور پھر سینڈ ہرسٹ چلا گیا جو انگلستان کا ملٹری کیڈٹ کالج ہے۔ 1963ء میں پاس ہوا۔ بعد ازاں سعودی آرمی میں لیفٹننٹ رہا ہے۔ اس کی شادی اس کے چچا امیر خالد بن عبدالعزیز کی بیٹی سے ہوئی ہے۔(مصر کا شاہ فاروق بھی سینڈ ہرسٹ میں پڑھتا رہا تھا (تفصیلات کے لئے شاہ فاروق حاکم مصر و سوڈان مرتبہ پروفیسر ایم اشرف مطبوعہ مکتبہ القریش ملاحظہ ہو)

سعود اپنے بھائیوں کی پیروی میں ہن سکول سے پرنسٹن گیا بعد ازاں کیمبرج چلا گیا۔ اس کی منگنی امیر سلطان ابن عبدالعزیز کی بیٹی سے ہوئی۔

بندار ہن سکول چھوڑ کر کیلیفورنیا میں وٹیر کالج گیا اور پھر کوینویل آر۔اے۔ایف کالج گیا۔ وہ امیر مصعل ابن عبدالعزیز کی لڑکی سے منگنی کر چکا ہے۔ ترکی جو سب سے چھوٹا ہے وہ ہن سکول سے لارنسول اکیڈیمی گیا جو نیو جرسی امریکہ میں ہے۔ پھر سال کے لیے پرنسٹن اور اس کے بعد نیویارک یونیورسٹی اور آخر میں جارج ٹاؤن یونیورسٹی واشنگٹن گیا۔ فیصل کی لڑکیاں بھی سمندر پار سکول گئی ہیں سوٹزر لینڈ اور سابقہ شاہ سعود کی والدہ بڑی شہرت والے قبائل سرداروں سے ہے۔

بنی عریر بنی خالد کے شیخ۔ یہ ایک قبیلہ ہے سابقہ دور میں اس کا سلسلہ الحصا سے جنوبی عراق میں فرات تک پہنچ گیا تھا۔ وہ واھبہ بنت خزام اس قبیلے سے تھی۔ اپنی بہت سے بیویوں سے سعود کے 40 بیٹے ہیں اور بہت سی بیٹیاں لیکن خلاف فیصل کے بچوں کی طرح وہ بیرون ملک سکولوں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے نہیں بھیجے جاتے تھے۔

اگرچہ شاہ فیصل کی بیوی عفت سرزمین نجد میں روشن دماغ عورتوں میں سے ہے۔ نجدی عورتیں زمانہ گذشتہ سے بولنے کی آزادی رکھتی ہیں اور خاندان میں رسوخ رکھ کر اکثر غیر معمولی درجہ کی خواتین سے بھی ہیں۔ ان میں سے ایک خالد ان میں اپنے چال چلن کی وجہ سے بہت مشہور ہے جس کا نام نورا ہے۔ ابن سعود بڑی لڑکی نورا کے زیر اثر بچپن سے آگیا تھا اور جو بعد میں سعود کے ساتھ بیاہی

Marfat.com

گئی جو کہ خاندان کی ایک شاخ کا سربراہ تھا اور پہلے ابن سعود کے خلاف تھا۔ اس کے ارکان نے راشد کے دشمن اور باغی عجمی قبیلہ یا حجاز میں شریف مکہ کے پاس پناہ لی۔ جب سعود اور دوسرے اس کی شاخ کے راشد کے کیمپ میں پائے گئے شکست کے بعد اگرچہ پہلے پہل سمجھایا گیا کہ کیوں سختی کا خطرہ مول لیتے ہیں۔ ان کو معاف کر دیا گیا۔ اور سعود کو اجازت دے دی گئی کہ اپنی ہم عمر نورہ سے شادی کر لے۔ شادی کے بعد سب بیویوں سے یہ زیادہ سعود کی چہیتی رہی۔

سعود اور اس کے موجودہ رشتہ داروں کا نام عرافہ رکھ دیا گیا یہ لفظ جو اونٹوں کے لیے رکھا تھا اب ان کے قبائلی برینڈ مارک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ابن سعود اپنے پاس آنے والوں اور واقفوں کو بتاتا تھا کہ جب وہ ریاض میں قیام کرتا ہے تو وہ اپنی بہن نورہ کو ملے بغیر کبھی ایک دن بھی نہیں گزارتا اور کہتا تھا کہ وہ اپنے بہت سے معاملات پر اس سے بات چیت کرتا تھا۔ وہ اپنے خاص دوستوں سے کبھی کبھی اپنی بیویوں کے بارے میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ اسے امید ہے کہ اس کی اسلامی خدمات کے پیش نظر خدا اس کو مراعات دے گا۔ کہ وہ اس کے ساتھ جنت میں حوروں کے ساتھ رہیں۔ جن کی اجازت ہے۔ ابن سعود نام لے لے کر ان بیویوں کا ذکر کیا کرتا تھا جن سے اس نے بہت زیادہ محبت کی اور ان کی خوبیاں بیان کرتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اگرچہ ان میں سے بعض کئی سال پہلے وفات پا چکی ہیں۔

نجدی عورت اور سعودی خاص طور پر مشرقی زنانہ فیشن اپناتی تھیں۔ مقامی اور درآمد کردہ چیزیں از قسم غازہ' سرخی' لپ سٹک' قمری کی چربی' عنبر' پاؤڈر' سرمہ جسے مرد اور عورتیں دونوں آنکھوں کی پلکوں پر لگاتے ہیں' عرق گلاب ترکیہ یا یورپ سے منگوایا ہوا وغیرہ۔ آج کل الزبتھ آرڈن جیسی فرموں کے نمائندے ریاض آتے ہیں لیڈیز کلب میں واضح کرتے ہیں اور ایجنٹس ہوتے ہیں جو مہیا کرتے ہیں جو چیز زیادہ چاہئے۔ لڑکیوں کے سکول زیادہ سے زیادہ بنتے جا رہے ہیں۔ اگر کہیں نہیں تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان کی تعمیر پر بہت زیادہ لاگت آتی ہے۔ جو ممکن نہیں۔ لڑکیوں کے سکولوں کے خلاف جو تعصب تھا تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اور متعدد مقامات

Marfat.com

سے درخواستیں آ رہی ہیں کہ سکول کھولو۔ سعودی مثال کی پیروی کی جا رہی ہے اقدام ٹھیک ہے زیادہ عرصہ کی بات نہیں کہ ایک غیر ملکی سفارتکار کی بیوی مغربی پریس میں یہ کہتی تھی عرب میں ایسی عورتوں کی ضرورت ہے جو عرب میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں۔ یہ مشرق و مغرب کی ترقی کے لیے ایک لازمی جزو ہے۔ جیسا کہ پڑھنے والوں کے دلوں کو مسحور کرنے کے لیے ایسی تصویریں مست نوجوان عورتوں کی ہوتی ہیں جو سرخ ہندوستانیوں (ریڈ انڈینز) پر فائرنگ کر رہی ہوتی ہیں یا اپنے مردوں کے ساتھ محنت مزدوری کر رہی ہوتی ہیں۔ ان سے بھی بڑھ کر اسرائیلی لڑکیاں ہی اسرائیلی فوج میں ہوتی ہیں۔ وہ لطیف نسوانی کاموں میں' جدید علم الادویہ کی تعلیم' زچگی' بہبود اطفال میں دلچسپی لیتی ہیں۔

Marfat.com

شاہ فیصل نے اقتدار سنبھالنے کے بعد ایک غیر ملکی نامہ نگار سالم عبقی کو انٹرویو دیا۔ یہ انٹرویو 7 نومبر کو لیا گیا۔ انٹرویو لینے والے کے سوالات مع شاہ کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

سوال نمبر1: جب انتظامی اور شاہی امور سعودی خاندان کے افراد کے ہاتھوں میں تھے تو انہیں انقلابی منشور کے اعلان کی کیا ضرورت پڑی؟

جواب نمبر1: یہ سوال لوگوں اور ان کے نمائندوں سے دریافت کیا جانا چاہئے۔ جہاں تک میری ذلت کا تعلق ہے مجھے نہ تو تخت چاہئے تھا نہ زمام اقتدار۔ قوم کے فیصلہ کے سامنے مجھے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

سوال نمبر2: کیا ان مقاصد اور حالات کا مختصر طور پر پتا چلنا ممکن ہے جن کے تحت انقلاب آیا؟

جواب نمبر2: جو ہو چکا سو ہو چکا۔ میرے لئے تو اس کا جواب اس لئے ناممکن اور مشکل ہے کہ میں اس فیصلہ کے وقت موجود نہ تھا جو قوم نے کیا۔

سوال نمبر3: پتا چلا ہے کہ آپ نے پہلے سربراہ کو زمام اقتدار چھوڑنے کی ترغیب دی؟

جواب نمبر3: میں ان کا زمام اقتدار چھوڑنے کے حق میں تھا لیکن میری تمام مساعی رائگاں گئیں۔

سوال نمبر4: کیا اب آپ موجودہ نظام اور انتظامیہ میں بنیادی تبدیلیاں کرنی چاہیں گے؟

جواب نمبر4: بنیادی تبدیلی تو نہیں کہا جائیگا البتہ تنظیم نو ضرور ہو گی کیونکہ میں اپنی مملکت اور رعایا کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ دو تین سال سے ملک کی خاصی تعمیر نو اور اس میں اصلاحات کی گئی ہیں۔ اگر کل کوئی نیا تجدیدی کام معرض وقوع میں آتا ہے تو پہلی اصلاح میں اضافہ ہو گا۔

سوال نمبر5: کیا یمن کے متعلق کوئی گفتگو ہوئی ہے؟

Marfat.com

جواب نمبر5: جہاں تک یمن کے دو وفود کے ساتھ گفتگو کا تعلق ہے اس میں رجائیت کی توقع کی جا سکتی ہے۔ میرے خیال میں یہ اہم اقدام ہے اور اس سے گفت و شنید کے آگے بڑھنے اور مسئلہ کے حل کی صورت نکل سکتی ہے۔

سوال نمبر6: کیا آپ اس میٹنگ کے متعلق رجائی ہیں؟

جواب نمبر6: بہت رجائی۔ اگر ارادے نیک ہوں اور مجھے انکے نیک ہونے کے بارے میں یقین ہے۔

سوال نمبر7: سننے میں آیا ہے کہ مملکت کے کئی مقامات کو مساجد، سکولوں اور یونیورسٹیوں میں تبدیل کر دیا جائیگا؟

جواب نمبر7: ہمارے پاس کافی مقامات تو ہیں ہی نہیں۔ جو ہیں ان کے متعلق غور و خوض کیا جائیگا اور جو کچھ ہو گا لوگوں کی مرضی کے مطابق ہو گا۔

سوال نمبر8: اگر آپ یمنی فیصلہ کے ثالث ہوتے تو آپ اس کا تصفیہ کس انداز سے کرتے؟ یا بالفاظ دیگر آپ "سیلف ڈٹرمی نیشن" کی اصطلاح کی تشریح کیسے کریں گے جسے عرب کے مختلف مکاتیب فکر مختلف نام دیتے رہے ہیں؟

جواب نمبر8: میں اس کا جواب بے تکلفی سے دوں گا (فیصل نے حسب معمول مسکراتے ہوئے فرمایا) مسئلہ خواہ یمن میں ہو یا یمن سے باہر ہو۔ متعلقہ لوگوں کی مرضی کے بغیر اس کا حل ممکن نہیں ہوتا۔ یعنی جو ملک خواہ یمن ہو یا کوئی اور ہو۔ جس ملک کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے وہی اس مسئلہ کے حل کے متعلق متفکر ہوتا ہے۔ جہاں تک "سیلف ڈٹرمی نیشن" کا تعلق ہے یہ اصطلاح اس مرحلہ زیر غور ہے۔

سوال نمبر9: اگر آپ کو اس مسئلہ کی تصفیہ کی بنیادی تشکیل کا کہا جائے تو؟

Marfat.com

جواب نمبر9: میں یہی کہوں گا کہ یمن کے لوگوں کو ہی اپنے مقدر کا فیصلہ کرنے کا حق ہے اور وہی اس امر کا تصفیہ کر سکتے ہیں کہ انہیں کس قسم کے حکمران یا حکومت چاہئے۔

سوال نمبر10: مراد ہے ریفرینڈم؟

جواب نمبر10: جہاں تک یمن کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے معاملہ زیر بحث ہے۔ نتائج مثبت ہو سکتے ہیں بشرطیکہ نیت اخلاص پر مبنی ہو۔

سوال نمبر11: بدھ کی شام کو پتا چلا ہے کہ سنود نے اپنے بھائیوں سے اتفاق رائے کا اظہار کیا ہے؟

جواب11: جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے۔ شاہ فیصل نے مسکراتے ہوئے فرمایا "میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ نہ ہی میرے ساتھ کوئی رابطہ ہوا ہے۔"

سوال نمبر12: کیا ان خبروں میں کوئی صداقت ہے کہ آپ نے یمن کو جمہوریہ تو اس صورت میں تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اگر مصر مکمل طور پر انخلا کر لے؟

جواب12: مصر میں یہ موضوع کبھی زیر بحث نہیں آیا۔

سوال نمبر13: کیا قضیہ بریمی کے متعلق گفت و شنید اختتام پذیر ہوئی ہے؟

جواب13: گفت و شنید تو ہو رہی تھی لیکن موجودہ حالات نے اس کو سرد خانے کی نذر کر دیا ہے۔

سوال نمبر14: آپ کے خیال میں کسی قوم کی تاریخ میں ایک حکمران کو عزت کا مقام کون سا امر دلا سکتا ہے؟

جواب14: میرے خیال میں ایک حکمران قوم کے لئے یہی بہتری کر سکتا ہے کہ وہ اسے بہتر مستقبل مہیا کرے۔ لوگوں کی زندگی کا معیار بہتر کرے۔ وہ اپنے آپ کو اپنی نوع انسان کا بہتر فرد بنائے۔ وہ صحیح معنوں میں قوم کا خادم ہو اور مصیبت کے وقت قوم کا دانا رہنما ثابت ہو۔

Marfat.com

فیصل کا بیان ہے کہ میں نے سیاست اپنے والد ماجد سے سیکھی جو اپنے بارے میں وثوق سے فرمایا کرتے تھے کہ ان میں ایک بے پناہ اور مثالی صلاحیت تھی وہ یہ کہ بدوؤں کو منضبط اور منظم رکھنے میں وہ اپنی نظیر آپ تھے۔ انہوں نے 1912ء میں مطہر اور عجمی قبائل کو بالخصوص اور دیگر شمالی قبائل کو قابو میں رکھنے کے منصوبے کا آغاز کیا اور چند سال بعد 1914ء سے 1917ء تک کے زمانے میں ساٹھ کے قریب نو آبادیات قائم کیں۔ یہ آبادیات مطہر قبیلے کے ابن دویش اور عجمی قبیلے کے ابن عثلین کے امیروں کے زیر نگین تھیں۔

منصوبہ سب سے زیادہ کامیاب اخوان میں رہا جو قبائلی تعصب سے بالا تھے اور صرف مذہب نے ان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر رکھا تھا۔ انہوں نے خود ایک جنگی دستہ بنا رکھا تھا۔ اس دستے کا افراد مذہب کے نام پر ہر وقت مرمٹنے کو سعادت دنیوی اور اخروی خیال کرتے تھے۔

حجاز پر قبضہ کرنے سے قبل فیصل کے والد ماجد ابن سعود نے قبائلی لوگوں کی ایک مجلس بلائی تھی۔ اس مجلس کے متعدد افراد سے خطاب کرنے کے بعد ان سے منظوری لی کہ کیا میں سربراہ کی حیثیت سے تمہیں پسند ہوں۔ سب نے سوائے محدود سے چند افراد کے لبیک کہا۔

حجاز میں اپنی عدم موجودگی کے موقعہ پر ابن سعود فیصل کو اپنا وائسرائے اور نائب مناب مقرر کرنا چاہتے تھے ان کا حجاز سے کئی ماہ باہر رہنے کا پروگرام تھا۔ ابن سعود کی عدم موجودگی میں سعود کو ابن سعود کے بیٹے نے انہیں ان کی واپسی پر بتایا کہ اخوان کو بعض امور پر اعتراض ہے ایک تو یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ شاہ کا خطاب کیوں اپنایا گیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ شاہ حسین کے علاقے پر کیوں قبضہ کیا گیا۔

فیصل الدویش، عجمی قبیلے کے ابن حسین اور عتیبہ کے سلطان ابن بجاد نے۔ احتجاجی خط لکھا۔ جس میں تحریر تھا کہ "تم جو کچھ کر رہے ہو اپنی مرضی سے کر رہے ہو اور تم حجاز میں نفرت پھیلا رہے ہو"۔ انہوں نے اس امر کا مطالبہ کیا کہ اہل حدیث نظریات کے مطابق قانون کا نفاذ کیا جائے دوسرے عراق کے خلاف اعلان جنگ کیا جائے۔

Marfat.com

نئے حکمران کے لئے جس حد تک ممکن تھا سو نئی موٹر کاروں کے ذریعے مکہ سے ریاض کی جانب روانگی شروع کی۔ راستے میں مختلف کیمپوں میں قیام کے باعث دو ہفتے صرف ہو گئے۔ شتر سواروں اور گڈریوں نے شاہ کے ورود مسعود کی خبر ہر جگہ پھیلا دی۔ شاہ کے پاس خیموں کے دو سیٹ تھے ایک مقام سے روانگی کے وقت اگلے مقام پر خیمے نصب کر دیئے جاتے تھے۔

ابن سعود نے 27 جنوری 1927ء کو اپنے آپ کو نجد اور حجاز کا سربراہ مملکت ہونے کا اعلان کیا۔ علماء اور قبائلی سرداروں کو ریاض اکٹھا ہونے کے پیغامات بھیجے۔ چند ہفتوں میں تین ہزار علماء مشائخ اور قبائلی سردار اکٹھے ہو گئے۔ ان کو اکٹھا رکھنا ابن سعود کے عظیم کارناموں میں سے ایک کارنامہ تھا۔ یہ رؤسا قوت کی رمز و علامت تھے۔ قوی ساخت والا فیصل الدویش مطیر قبیلہ کا سردار

(ا) رطاویہ کی اخوانوں کی بستیوں کا امیر

(ب) علغت کی بستی کا ضدی سلطان ابن بجاد

اس کے ساتھ عتیبہ قبیلے کے شیوخ تھے۔

(ج) قحطان کے شیخ تھے

شمر اور اس کے بدوی عمراد

قبیلہ حرب

باغی عجمن قبیلہ

جنوبی علاقے کے خرابات کا وحشی قبیلہ المعری

دواسر کے شیوخ

ابن سعود اس وقت 47 برس کا تھا۔ اپنی قوت کی بلندیوں پر تھا اس کا قد و قامت 6 فٹ 4 انچ تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ خطاب کرنا شروع کیا۔ پھر آہست آہستہ اس کی تقریر میں تیزی آتی گئی۔ سعود قبیلے کے مروجہ انداز سے دل پر اثر کرنے والی، صداقت پر مبنی، خلوص کی چاشنی سے معمور تقریر کرتا گیا۔ ضرورت کے مطابق آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے آیات و اقتباسات پیش کرتا گیا۔

Marfat.com

میں جو کچھ مذہب کی خاطر کر رہا ہوں اس کے بدلہ کا مطالبہ تم لوگوں سے نہیں کرتا۔ "ما اجری الا علی اللہ" خدا تعالیٰ مجھے اس کی جزا دے گا۔ وہ کافی دیر تقریر کرتا رہا اور اس کی تقریر میں زیر و بم تھا جیسے ایک اعلیٰ مقرر کی تقریر میں ہوتا ہے۔ اس نے سب کو بتایا کہ میں نے حجاز میں یہ سارا کچھ نصرت دین خداوندی کے لئے کیا۔ میں تمہیں اللہ کی امان میں سونپتے ہوئے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تین نکات پر کوئی شخص مجھے مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتا۔

"ایک یہ کہ میں اس کے احکام کی پیروی کروں گا۔ دوسرے یہ کہ میں انشاء اللہ تمہیں نہ تو تمہارے مذہبی امور اور نہ ہی دنیوی امور کے متعلق تمہیں دھوکا دوں گا۔ "لیس منا من غشنا: وہ ہم میں سے نہیں جس نے ہمیں دھوکہ دیا۔ تیسرے میں اپنے آپ سے زیادہ عمر رسیدہ کو اس انداز سے مخاطب کر کے ناصحانہ طور پر عرض کرتا ہوں گویا اپنے والد سے التماس کر رہا ہوں۔ ادھیڑ عمر والے اشخاص کو بھائی جیسے انداز سے اور چھوٹی عمر والوں کو اپنے بیٹوں جیسے خطاب کرتے ہوئے آگاہ کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ طور پر مجھ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کا کہوں۔"

خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے ارادے نیک ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے مذہب کو فتح و نصرت اور برتیر حاصل ہو۔ کلمتہ اللہ کو فوقیت حاصل ہو۔ اور ہم سے اس کی نصرت کریں اور وہ ہمارا حامی اور مددگار ہو۔ اس کے علاوہ اگر میں کچھ کہوں تو میں جھوٹا اور دروغ گو ہوں میرے الفاظ میں صداقت کی رمق بھی نہیں۔ اس صورت میں میں رب العزت سے دست بدعا ہوں کہ وہ آپ کو میرے بد ارادوں سے بچائے اور اپنے مذہب کا بول بالا کرے۔ رکھے اس شخص کی قیادت م یں جس کا انتخاب وہ میرے بعد کرتا ہے اور اسے میری جگہ قیادت کے لئے موزوں خیال فرماتا ہے۔"

حاضرین اور سامعین میں سے سب کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ ایک شخص اٹھا۔ آگے بڑھا اور قریب آیا تاکہ اپنے قائد کی دست بوسی کرے۔ اس نے عرض کیا:

Marfat.com

"اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھائیں تاکہ ہم بیعت کریں کہ ہم مذنب اور گنہ گار تھے۔ آج سے ہم عہد کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ' اس کے نبی اور آپ کی اطاعت کریں گے جو اس کے اولی الامر ہیں ۔:>

(۔ ام القریٰ نمبر126' مکہ' 10 مئی 1927ء)

Marfat.com

Bibliography

The Author and the publisher exepress gratirude to the following:

1 ARMSTRONG, H, C.: Lord of Arabia (London 1934).

2 ARNOLD,J.: Golden Swords and Pots and Pans (London 1964).

3 BENOIST-MECHIN, J.: Le Roi Saud (Paris 1960).

4 BRAY, N.N.E.:Shifting Sands (London 1934).

5 BREMOND, E.: Yemen et Saoudia:L'Arabie actuelle (Paris 1937)

6 BOWMAN,H.:Middle East Window (London 1929).

7 BROUKE,J.:L'Empire Arabe de Ibn el Seoud (Brussels 1942).

8 BULLARD, Sir Reader: The Camels must go (London 1961).

9 CARRUTHERS, D.:Captain Shakespear's Last Tourney (The Ceographical Journal, London, May 1922).

10 GASANOVA,M.:Une Mine d'Or au Hijaz in Bulletin de la Section de Geographie (Imprimerie National, Paris 1920).

11 ..ESEMAN R.E.:In Unknown Arabia (London 1926).

sal pro:Le Pelerinage a la Mecque (Beyrouth 1930).

11 GOBBOLD,LADY Evelyn:Pilgrimage to Mecca (London 1934).

12 DAGHER, J. A.: L'Orient dans la litte'rature francaise d'apre's guerre 1919-33 (Beirut 1937).

13 DE BOUCHEMAN, A.: Mate'riel de la uie Bedouine (Institut francais, Damascus 1934).

14 DE GAURY, G.: Arabia and the Future in R.C.A.F. vol. xxxi, 1944.

15 " " Arabia Phoenix (London 1946).

16 " " Rulers of Mecca (London 1951).

17 " " Arabian Tourney (London 1950).

18 " " A Burial ground in al kharj, R.C.A.S. Journal, 1945, vol. cvi, and others.

19 DICKSON, H. R. P.: The Arab of the Deswrt (London 1949).

20 DUCROCQ, G.: La Victoire de Ibn Seoud in Tournal des De'bats, 1st January, 1926.

21 DUGUET, Dr: Le pelerinage a la Mecque (Paris 1932).

22 FUAD HAMZA: Nejran in R.C.A.T. vol. xxii, 1935.

23 ".." al Bilad al'Arabiya al Saudiya (Mecca 1936).

24 ."..".."Fi Bilad Asir (Gairo 1951).

Marfat.com

25 GEORGES-GAULIS, B.: La question Arabe (Paris 1930).-Ibn Seoud (Paris 1930).

26 HAFIZ WAHBA (Sheikh): Arabian Days (London 1964).

27 Wahhabism in Arabia in R.C.A.T. vol. xvi, 1929.

28 HOWARTH, D. A.: The Desert king (London 1964).

29 HUSSAIN NASSIF: Mahdi al Hijaz wa Hadhira (Past and Present in the Hijaz). Jedda, A. H. 1349. (AD 1930).

30 INAYATULLAH, SHEIKH: Geographical Factors in Arabian Life and History; being an Inquiry into the Influence of Physio-geographical Enuironment upon Arabian Life and Institutions (Lahore 1942).

31 INGRAMS, H.:.The Yemen (London 1963).

32 KARPOFF, H.: Histoire de la de'couverte d'eaux profondes a' Ryadh (Paris 1959).

33 KELLY,J. B.:Legal and Historical Position of the British in the Persian Gulf, St Anthony's Papers, No. IV, pp. 119-137. (London 1958).

34 The Eastern Arabian Frontier (London 1964).

35 KOHN, H.: Nationalism and Imperialism in the Hither East (London 1932).

36 LAQUEUE, W.Z:Communism and Nationalism in the Middle East (London 1956).

37 LAWRENCE, T. E.:Seven Pillars of Wisdom (London 1926).

38 LONGRIGG, S. H.:Oil in the Middle East (O.U.P. 1954).

39 LEACHMAN, G.: A Tourney through Central Arabia in G.T. vol. xlii, 1914.

40 LEBKIRCHER and RENTZ, G.: Arabia of Ibn Saud (U.S.A., 1959).

41 LIPPENS, P.:Expe'dition en Arabie Centrale (Paris 1956).

42 LIPSKEY, G. A.: Saudi Arabia, H.R.A.F. Press (New Haven, U.S.A., 1959).

43 MACKIE, J. B.: Hasa: an Arabian Oasis, in G.T. vol. lxii, 1924.

44 MONTAGNE, R.: Notes sur la vie sociale et politique de l'Arabie du Nord, in Revue des Etudes Islamiques, vol. vi. (Paris 1932).

45 L'Euolution moderne des pays Arabes in Annales Sociologiques (Paris 1936).

46 logiques (Paris 1936).

Marfat.com

47 NACIR ED DINE DINET: Le pe'lerinage a' la Maison d' Allah (paris 1930).

48 NALLINO, M.:Raccolta di Scritti editi ed inediti: I' Arabia Saudiana (Rome 1938).

49 PHILBY, H. St J.: The Heart of Arabia: a Record of Travel and Exploration. 2 vols, (London 1922).

Arabia (London 1930).

50 Phil by Arabia and the Wahhabis (London 1928).

51 " " Arabian Jubille (London 1952).

52 "..." Arabian.Oil Ventures (Washington, D.C., 1964) and others.

53 RAUNKIAER, B.: Gennem Wahhabiternes land paa kamelryg (Copenhagen 1913).

54 RIHANI, A.: Around the Coasts of Arabia (London 1930).

55 " " Ibn Sa'oud of Arabia: His People and His Land (London 1928).

56 Arabian Peak and Desert (London 1930).

57 RUTTER, E.: The

Holy Cities of Arabia, 2 vols (London 1928 and 1 volume 1930).

58 " The Habitability of the Arabian Desert, in G.T.vol. lxxvi, 1930.

59 RYAN, Sir Andrew: The last of the Dragomans (London 1951).

60 SCKALIJ, A.:Le Congre's du monde Musulman: Mecca, 1926-7 (Paris 1927).

61 SYKES, C. Cross Roads to Israel (London 1965).

62 THESIGER, W. A Tourney through the Tihama, the, Asir and the Hijaz Mountains, Geographical Journal, c. 1948.

63 T.OMAS, LOWELL: The Campaign of Colonel lawrence (1916-1919) (Paris 1933).

64 TWiCHELL, K. S.: Saudi Arabia (U.S.A. 1958).

65 VAN DER MEULEN, D.: The Vells of Ibn Saud (London 1957).

66 VIDAL, F. S.:The Oasis of al Hasa (Dhahran 1955).

67 VON OPPENHEIM, M. F.:Die Bedouin (Leipzing 1939).

68 WARD, THOMAS E.:Negotiations for Oil Concessions in Bahrain, el Hasa, (Saudi Arabia), Neutral Zone, Qatar and Kuwait.(Printed for private circulation, Ardlee Service, Inc New York 1965).

69 WILLIAMS, Kenneth; Ibn Sa'ud (London 1933)

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کی عیاشیاں۔

اثر خامہ: پروفیسر ایم۔ اشرف

گجرانوالہ میں پیدا ہونے والے ان پڑھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بہت چھوٹی عمر میں باپ کے قتل ہونے کے بعد شکر پکیہ مثل کی سربراہی ملی۔ ان کی تعلیم گورو مکھی کے باون اکھروں کے مطالعہ تک محدود تھی۔ البتہ وہ تیغ و تفنگ کے دھنی تھے۔ زمان شاہ بن تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی پوپلزئی نے انہیں لاہور کا گورنر مقرر کیا۔ اپنے نڈر پن' بے باکی اور جسارت کے باعث اپنی سلطنت کو بے پناہ وسعت دی حالانکہ انگریزوں نے ان پر کچھ پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔

ان کی شہرت کو چار چاند لگانے میں کئی جرنیلوں اور وزیروں کا حصہ بھی ہے۔ بعض جرنیل نپولین کے زوال کے بعد مہاراجہ کے پاس آئے تھے۔ انہوں نے اپنی کارکردگی کے باعث منظم فوج تیار کی۔

رنجیت سنگھ کے کردار کا بھونڈا رخ غیر مختتم طمع اور ہوس رانی ہے۔ بروایت سر لیپل گرفن انہوں نے 18 شادیاں کیں۔ سید فقیر وحید الدین نے داشتاؤں سمیت 46 عورتوں کا ذکر کیا ہے۔ مہاراجہ کے دربار اور حرم کے درمیان ان کے ستانے کے لئے ایسا خطہ تھا جہاں مے' نغمہ اور راگ رنگ کی محفل گرم ہوتی تھی۔

مصنف کی دیگر کتب مصر کے عیاش بادشاہ شاہ فاروق کی سوانح' ہٹلر کی حیات معاشقہ اور شاہ فیصل شہیدؒ کی بائیو گرافی عوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ فاضل مصنف نے انگریزی' جرمن' فارسی کی متعدد کتابوں کے مطالعہ کے بعد رنجیت سنگھ کو قلم بند کیا ہے اور تاریخ و حقائق کی روشنی میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔

کتاب عمدہ کاغذ پر کمپیوٹر کے ذریعے طبع ہو رہی ہے

میسرز مکتبہ القریش

چوک اردو بازار سرکلر روڈ لاہور۔2

فون نمبر 244665

Marfat.com

غیر مُلکی زبانوں کی کُتب

گھر بیٹھے بغیر اُستاد کی مدد کے غیر مُلکی زبانیں سیکھیے۔

عربی اُردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	۶۰-۰۰
کلید عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	۲۰-۰۰
معجم الاشرف سہ لسانی لغت	پروفیسر محمد اشرف	۱۵۰-۰۰
انگلش اُردو ریڈر	پروفیسر عبدالرؤف انجم ایم اے	۴۰-۰۰
فرنچ اُردو ڈکشنری	〃 〃 〃 〃 〃	۶۰-۰۰
فارسی اُردو بول چال	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۲۰-۰۰
ڈچ اُردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۶۰-۰۰
اطالوی اُردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۵۰-۰۰
ہسپانوی اُردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۴۰-۰۰
جرمن اردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۵۰-۰۰
فرنچ اردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۵۰-۰۰
ٹرکش اُردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۵۰-۰۰
پشتو اردو بول چال	〃 〃 〃 〃 〃	۴۰-۰۰
پرتگالی اُردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۱۵-۰۰
جرمن اُردو ڈکشنری	پروفیسر پولی گلوٹ ایم اے	۵۰-۰۰
جاپانی اُردو بول چال	پروفیسر محمد امین ایم اے	۵۰-۰۰
جاپانی اردو ڈکشنری	〃 〃 〃 〃 〃	۳۰-۰۰
اشرف اللغات اردو فارسی۔عربی	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰-۰۰
سویڈش اُردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰-۰۰
چائینز اردو ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	۷۵-۰۰
خود آموز فارسی	〃 〃 〃 〃 〃	۶۵-۰۰
سندھی اردو بول چال	〃 〃 〃 〃 〃	۳۰-۰۰
ڈینو نارویجین ریڈر	〃 〃 〃 〃 〃	زیر طبع

ان کتب کی مدد سے آپ گھر بیٹھے چند ہفتوں میں یہ زبانیں سیکھ سکتے ہیں

مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور — فون: ۲۲۴۶۶۵

Marfat.com

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کی عیاشیاں۔

اثر خامہ: پروفیسر ایم۔ اشرف

گجرانوالہ میں پیدا ہونے والے ان پڑھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بہت چھوٹی عمر میں باپ کے قتل ہونے کے بعد شکر چکیہ مثل کی سربراہی ملی۔ ان کی تعلیم گورو مکھی کے باون اکھروں کے مطالعہ تک محدود تھی۔ البتہ وہ تیغ و تفنگ کے دھنی تھے۔ زمان شاہ بن تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی سدوزئی نے انہیں لاہور کا گورنر مقرر کیا۔ اپنے نڈر پن' بے باکی اور جسارت کے باعث اپنی سلطنت کو بے پناہ وسعت دی حالانکہ انگریزوں نے ان پر کچھ پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔

ان کی شہرت کو چار چاند لگانے میں کئی جرنیلوں اور وزیروں کا حصہ بھی ہے۔ بعض جرنیل نپولین کے زوال کے بعد مہاراجہ کے پاس آئے تھے۔ انہوں نے اپنی کارکردگی کے باعث منظم فوج تیار کی۔

رنجیت سنگھ کے کردار کا بھونڈا رخ غیر مختتم طمع اور ہوس رانی ہے۔ بروایت سر سیل گرفن انہوں نے 18 شادیاں کیں۔ سید فقیر وحید الدین نے داشتاؤں سمیت 46 عورتوں کا ذکر کیا ہے۔ مہاراجہ کے دربار اور حرم کے درمیان ان کے ستانے کے لئے ایسا خطہ تھا جہاں مے' نغمہ اور راگ رنگ کی محفل گرم ہوتی تھی۔

مصنف کی دیگر کتب مصر کے عیاش بادشاہ شاہ فاروق کی سوانح' ہٹلر کی حیات معاشقہ اور شاہ فیصل شہیدؒ کی بائیو گرافی عوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ فاضل مصنف نے انگریزی' جرمن' فارسی کی متعدد کتابوں کے مطالعہ کے بعد رنجیت سنگھ کو قلم بند کیا ہے اور تاریخ و حقائق کی روشنی میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔

کتاب عمدہ کاغذ پر کمپیوٹر کے ذریعے طبع ہو رہی ہے

میسرز مکتبہ القریش
چوک اردو بازار سرکلر روڈ لاہور۔2
فون نمبر 244665

Marfat.com